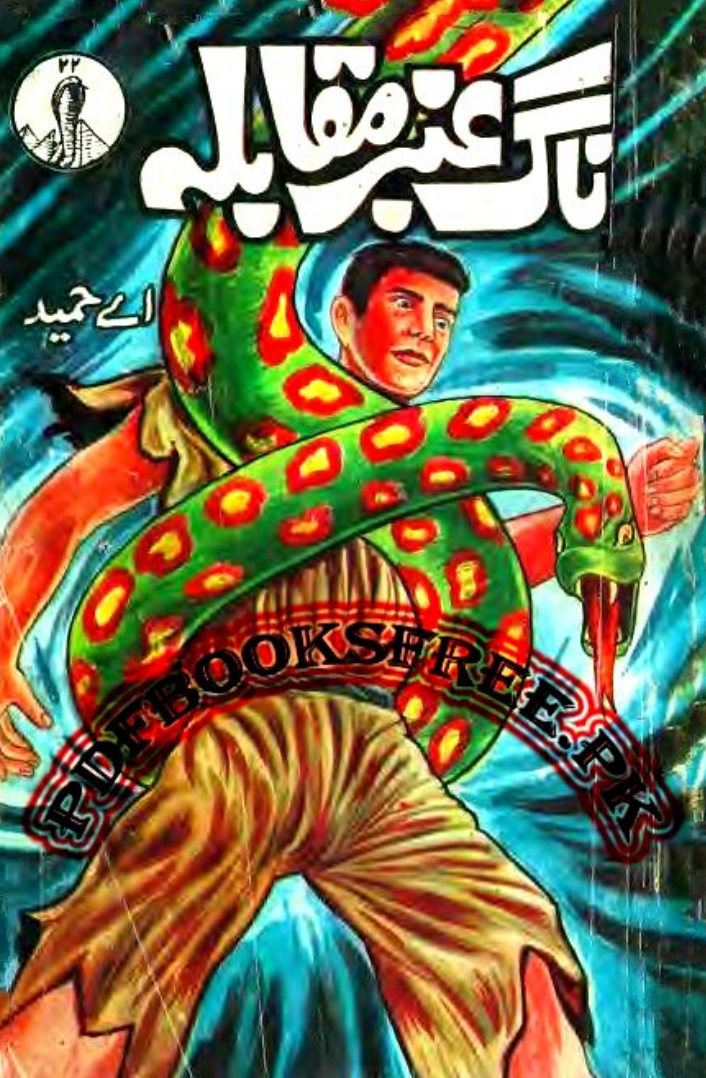

۲۲
ناگ عنبر مقابلے
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سال سفر کی سنسنی خیز داستان

ناگ، عنبر مقابلہ

اے حمید

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قوس پبلی کیشنز

۱۴/ بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قیمت ۔/۶ روپے

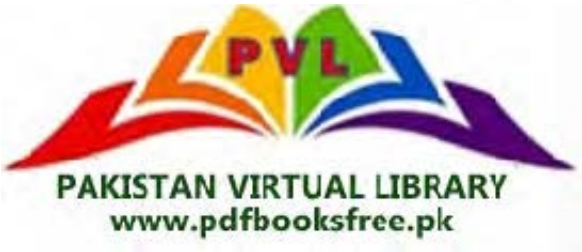

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناشر : مبارک انور ، قوسس پبلی کیشنز ، لاہور
طابع : ایچ وائی پرنٹرز ، لاہور

پیارے دوستو ،

گہرے اندھے کنوئیں سے نکلنے کے بعد عنبر نے دیکھا کہ مرہٹہ لشکر تباہ ہوچکا ہے ۔ جگہ جگہ سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہیں ۔۔۔ وہ دریا پر آگیا ۔۔۔ دوسرے کنارے پر اسلامی لشکر فتح حاصل کرنے کے بعد شاید روانہ ہوچکا تھا ۔۔۔ عنبر دریا پار کرنے کے لیے اس میں اتر گیا ۔۔۔ جہاں وہ دریا میں اُترا تھا ٹھیک اس جگہ ریت میں جادو کا وہ ترشول پھنسا ہوا تھا جس میں ناگ قید تھا ۔۔۔ ناگ ترشول کا قیدی بن چکا تھا ۔ مگر عنبر بے خبر دریا میں تیرتا چلا گیا ۔۔۔ دوسرے کنارے پر جا کر اس نے کیا دیکھا ، یہ آپ خود پڑھیں گے تو زیادہ لطف اٹھائیں گے ۔ کیونکہ ناگ پر جادو کر کے ترشول میں قید کر دیا گیا ہے اور ابھی عنبر نے ناگ کو بھی تلاش کرنا ہے اور اُسے ایک زبردست جادو سے نجات دلانی ہے ، مگر کس طریقے سے ۔۔۔

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب

- عنبر ڈاکو بن گیا
- ناگ عنبر مقابلہ
- بُرج کی رُوح
- سادھو، ناگ اور جلّاد

عنبر ڈاکو بن گیا

دریا پر موت کا سناٹا تھا۔۔۔

کہیں کہیں ابھی تک مرہٹہ سپاہیوں کی لاشیں دریا کنارے ریت میں پھنسی گل سڑ رہی تھیں۔۔ دریا چڑھا ہوا تھا۔۔۔ عنبر ایک جگہ دریا کے کنارے بیٹھ گیا۔۔۔ وہ سوچنے لگا کہ دریا کس جگہ سے پار کرے۔۔۔ اسے دریا کے دوسرے کنارے پر اسلامی لشکر کا ایک بھی خیمہ نظر نہیں آ رہا تھا۔۔۔ سلطان کی فوج فتح پانے کے بعد دہلی کی اور چلی گئی تھی۔۔۔ عنبر کو خبر ہی نہیں تھی کہ جس جگہ وہ بیٹھا تھا وہاں دریا کے اندر کنارے کے پاس ریت میں وہ جادو کی ترشول پڑی تھی جس نے ناگ پر جادو کر رکھا تھا۔۔ کنارے پر کئی جگہوں پر جھاڑیاں اور درخت جلے ہوئے تھے۔۔۔ یہ آگ اگن سانپوں نے لگائی تھی۔۔۔ عنبر کو خیال آیا کہ کیوں نہ وہ کسی اگن سانپ کو بلا کر اس سے ناگ کے بارے میں پوچھے۔۔۔ اُسے صرف ایک ہی فقرہ یاد تھا جسے بول کر اس نے اگن سانپوں کو آگ لگانے کا حکم دیا تھا اور وہ سرخ چٹان کے نیچے سے نکل آئے تھے اور انہوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے مرہٹہ لشکر کی ساری توپوں والی کشتیوں کو آگ لگا کر دریا میں غرق کر دیا تھا۔۔۔ عنبر نے وہی فقرہ ایک بار پھر اونچی آواز میں دہرایا۔۔۔ مگر کوئی سانپ نہ آیا۔۔۔ اس نے دوسری تیسری اور چوتھی بار بھی وہی فقرہ دہرایا، لیکن ایک بھی سانپ وہاں پر نہ آیا۔ ایسا لگتا تھا کہ کشتیوں کو آگ لگانے کے بعد سانپ اپنے اپنے علاقے میں چلے گئے تھے۔

عنبر نے آخر فیصلہ کیا کہ اسے دریا پار جانا چاہیے۔ اُس نے ایک جگہ دریا میں چھلانگ لگا دی۔۔۔ وہ تیرنے لگا۔۔۔ پانی تیز اور ٹھنڈا تھا۔۔۔ عنبر کو پانی ڈبو نہیں سکتا تھا۔۔۔ وہ دریا کی لہروں پر سامنے کی طرف تیرتا چلا گیا اور دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔۔۔ ادھر بھی اسلامی لشکر کے خیمے اکھڑ چکے تھے اور کہیں کہیں جلی بجھی لکڑیاں اور سپاہیوں کی پرانی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ اُسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ مرہٹوں کو بڑی زبردست شکست ہوئی ہے۔۔۔

وہ دریا پار کر کے میدان سے گزر کر نجیب آباد کے پہاڑی قلعے کی طرف چل پڑا تاکہ قلعے میں سلطان کا جو گورنر ہوگا اس سے جنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ جب وہ پہاڑی علاقے میں پہنچا تو دُور اُسے نجیب آباد کا قلعہ دکھائی دیا۔۔۔ ایک ندی قلعے کی طرف جا رہی تھی۔۔۔ وہ ندی کے

کنارے درختوں کے ساتھ ساتھ قلعے کی طرف چلنے لگا۔۔۔ دن ڈھل رہا تھا اور جنگل میں تپش کم ہو گئی تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔۔۔ عنبر کو گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔

وہ رُک گیا اور درختوں میں دیکھنے لگا۔۔۔ آواز ان درختوں کی طرف سے ہی آئی تھی۔ عنبر نے سوچا شاید کوئی مسافر اُدھر سے گزرا ہوگا۔۔۔ وہ قلعے کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ ندی آگے جا کر بائیں طرف گھومی تو اچانک درختوں میں سے دو ڈاکو نکل کر اس کے سامنے آ گئے۔۔۔ ان کے چہرے خوفناک، آنکھیں لال اور کانوں میں بالے تھے۔ سروں پر پگڑ باندھ رکھے تھے اور چہرہ آنکھوں تک چھپا ہوا تھا۔۔۔ عنبر رُک گیا۔ دونوں ڈاکو گھوڑوں سے اُتر کر عنبر کے پاس آئے اور اُسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھنے لگے۔

"کون ہو بھئی تم؟ ادھر کہاں جا رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"بھائی صاحب، میں ایک پردیسی ہوں۔۔۔ دریا پار کی ایک بستی سے آیا ہوں۔۔۔ قلعے میں میرا ایک رشتے دار رہتا ہے۔ اُس کے پاس جا رہا ہوں۔۔۔"

دوسرا ڈاکو کمر سے خنجر نکال کر بولا:

"مگر اس وقت تم ایسا کرو کہ تمہارے پاس جتنا مال ہے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکال کر چپکے سے ہمارے حوالے کر دو۔"

دوسرے ڈاکو نے خنجر عنبر کی پسلی کے ساتھ لگا کر کہا:

"اگر شور مچایا یا بھاگنے کی کوشش کی تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا — اس جنگل میں کالنگاہ ڈاکو کی حکومت ہے اور ہم اس کے ڈاکو ہیں — اب نکالو مال جہاں جہاں چھپا رکھا ہے، کپڑوں میں تم نے۔"

عنبر کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا — اس نے دونوں ڈاکوؤں کو بڑی عاجزی سے کہا کہ بھائی میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے — ڈاکو غصّے میں بولا:

"جھوٹ بکتے ہو، اتنی دُور سے چلے ہو اور خالی ہاتھ — یہ کیسے ہو سکتا ہے، اگر سیدھی طرح مال نہ نکالا تو ہمیں دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

عنبر نے کہا:

"بھائی، میں نے سچی بات کہہ دی ہے — اب اگر تم لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں آیا تو پھر بے شک تم دوسرا طریقہ اختیار کر لو۔"

اس دیدہ دلیری پر ڈاکو کچھ حیران بھی ہوئے اور انہیں عنبر کی اس گستاخی پر غصہ بھی آیا، کیونکہ اس علاقے میں لوگ کالنگاہ ڈاکو کا نام سُن کر ہی سارا مال اور زیور نکال کر سامنے

رکھ دیتے تھے اور یہ مسافر انہیں کہہ رہا تھا کہ وہ بے شک دوسرا طریقہ اختیار کر لیں — ڈاکو عنبر پر حملہ کرنے ہی والے تھے کہ اتنے میں درختوں میں سے کالے رنگ کا ایک گھوڑا نکل کر سامنے آ گیا — اُس پر ایک سوار بیٹھا تھا، جس کی کمر کے ساتھ تلوار لگی تھی اور کندھے پر پیچھے تیر کمان لٹک رہا تھا — اس کی بڑی بڑی سیاہ مونچھیں تھیں اور چہرہ شیر کی طرح رُعب والا تھا — آنکھیں سُرخ اور رنگ گہرا سانولا تھا — اُسے دیکھتے ہی دونوں ڈاکو پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑے ہو گئے —

یہ کالنگاہ ڈاکو تھا — اس نے عنبر کی طرف دیکھ کر اپنے ساتھی ڈاکوؤں سے پوچھا کہ یہ کون مسافر ہے؟

عنبر نے وہی بات دہرا دی جو پہلے ڈاکوؤں کو بتائی تھی — کالنگاہ ڈاکو نے ان ڈاکوؤں کو بُرا بھلا کہا کہ وہ غریب مسافروں کو کیوں تنگ کرتے ہیں —

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کالنگاہ ڈاکو صرف امیر لوگوں کو لوٹتا ہے اور غریبوں کی مدد کرتا ہے، پھر تم نے ایک مسافر کو روک کر لوٹنے کی جرأت کیسے کی؟"

ڈاکو تھر تھر کانپنے لگے، لیکن کالنگاہ ڈاکو کا یہ اصول تھا کہ ایک بار جس سے غلطی ہو جائے، وہ اسے دوسرا موقع نہیں دیتا تھا — اس نے تلوار کھینچ کر گھوڑے کو آگے بڑھایا اور ڈاکوؤں کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پاس آکر ایک ہی وار سے دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں۔ ان کی گردنیں ندی میں گر پڑیں اور خون سے ندی سرخ ہوگئی۔ عنبر بھی حیران ہوا کہ یہ بڑا خوف ناک قسم کا ڈاکو ہے۔ کالنگاہ نے عنبر سے کہا:

"تم کالنگاہ ڈاکو کے علاقے میں آئے ہو۔ تم ہمارے مہمان ہو۔ ہم تمہاری خاطر تواضع کریں گے۔"

عنبر خاموشی سے کالنگاہ ڈاکو کے ساتھ چل پڑا۔ درختوں کے اندر جاکر ایک کھلی جگہ تھی۔ وہاں پچاس ساٹھ ڈاکو گھاس پر اپنے ہتھیار رکھے آرام کر رہے تھے۔ اُن کے گھوڑے گھاس چر رہے تھے۔

کالنگاہ کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر سارے ڈاکو اس طرف تکنے لگے کہ یہ سردار کس نوجوان کو اپنے ساتھ لے آیا ہے۔ کالنگاہ ڈاکو نے ہاتھ بلند کرکے کہا:

"یہ ہمارا مہمان ہے، اس کی تواضع کریں گے۔"

کالنگاہ درختوں کے نیچے بچھی ہوئی رنگین چارپائی پر بیٹھ گیا۔ عنبر کے لیے اس نے پھل اور شربت منگوایا۔ عنبر اس ڈاکو کے کردار اور اخلاق سے بڑا خوش ہوا۔ اگرچہ وہ خونی قاتل تھا، مگر مہمانوں اور غریب لوگوں کے حق میں بڑا مہربان تھا۔ اس نے عنبر سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور اس کے ماں باپ کہاں رہتے ہیں۔

عنبر نے اسے کہا کہ اس کے ماں باپ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، اور وہ اس دنیا میں اکیلا ہے۔

کالنگاہ ڈاکو نے کہا:

"تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں شامل ہو جاتے۔ ہم ڈاکو ضرور ہیں، مگر ہم غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور صرف امیر آدمیوں کو لوٹتے ہیں۔ ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے۔"

عنبر نے سوچا کہ چلو اس ڈاکوؤں کی ٹولی میں ہی شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح شہر شہر جنگل جنگل پھرنے کا موقع ملے گا اور اور ہو سکتا ہے، اسی آوارہ گردی میں کہیں ناگ یا ماریا سے ملاقات ہو جائے۔

عنبر نے ہامی بھر لی۔ کالنگاہ ڈاکو خوش ہوا، اس نے باقی ڈاکوؤں سے عنبر کو ملایا اور کہا:

"آج سے یہ بھی تمہارا بھائی ڈاکو ہے۔"

عنبر ڈاکوؤں کی ٹولی میں شامل ہوگیا۔ کالنگاہ ڈاکو اسی روز اپنی ٹولی کو لے کر گھوڑوں پر سوار ہو کر گجرات ضلع کاٹھیاواڑ کی طرف دریائے جمنا کے کنارے نکل گیا۔

اب ہم ماریا کی خبر لیتے ہیں کہ جب تاریخ نے ایک دم سے تین سو سال پیچھے کی طرف چھلانگ لگائی تو اس وقت ماریا کہاں پر تھی، یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا میسور سے ایک قافلے کے ساتھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دہلی کی طرف آرہی تھی — راستے میں ایک جگہ قافلے نے پڑاؤ ڈالا دہلی ابھی ایک منزل دُور تھی — رات کو ایک کھلی جگہ پر درختوں کے جھنڈ اور چشمہ دیکھ کر قافلہ وہیں رات بسر کرنے کے لیے رُک گیا۔ ماریا اس قافلے کے ساتھ تھی اور ایک اونٹ پر بیٹھی ہوئی تھی — اُسے کوئی دیکھ تو سکتا نہیں تھا — یہ ایک خالی اونٹ تھا۔ جس پر سامان لدا ہوا تھا — ماریا اس سامان کے اوپر بیٹھی رہتی تھی۔ پڑاؤ ہوا تو ماریا بھی اونٹ سے نیچے اُتر آئی — مسافروں نے آگ جلالی تھی اور کھانا پکانے لگے تھے — ماریا کو نہ کھانا پکانے کی ضرورت تھی اور نہ کھانے کی ضرورت تھی۔

موسم خوش گوار تھا۔ شام کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی — ماریا نے سوچا کہ ذرا سیر کرنی چاہیے۔ وہ ایک جانب درختوں میں آگئی۔ یہاں درختوں پر تازہ پھل لگے تھے — ماریا نے ایک سنگ مُرخ کی بارہ دری دیکھی — وہ بارہ دری میں آکر بیٹھ کر آرام کرنے لگی — اسے نیند سی آگئی — ابھی شام کا اندھیرا پوری طرح نہیں چھایا تھا اور دن کی روشنی باقی تھی — ماریا سوگئی۔ سو کر اُٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ وہاں بارہ دری کوئی نہیں — وہ بڑی حیران ہوئی کہ جس بارہ دری میں وہ سوئی تھی، وہ کہاں چلی گئی؟ اسے ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ وقت تین سو سال پیچھے تاریخ کے ماضی میں چلا گیا ہے بارہ دری پچاس سال پہلے بنی تھی اور چونکہ وہ تین سو سال پیچھے چلی

گئی تھی — اس لیے ظاہر ہے کہ وہاں بارہ دری نہیں ہو سکتی تھی۔ ماریا اٹھ کر اس چشمے پر آئی، جہاں قافلے نے پڑاؤ ڈالا تھا۔

کیا دیکھتی ہے کہ وہاں نہ قافلہ ہے، نہ قافلے کے لوگ اور نہ گھوڑے اور اونٹ — درختوں کے وہ جھنڈ بھی نہیں ہیں جن کو وہ سونے سے پہلے چھوڑ کر گئی تھی — سوچنے لگی کہ یہ کیا انقلاب آ گیا ہے — اچانک اس کے ذہن میں یہ خیال بجلی کی طرح چمکا کہ کہیں وقت ایک دم پیچھے کی طرف تو نہیں چلا گیا؟ جس وقت وہ سوئی تھی۔ میسور پر انگریزوں کا قبضہ تھا اور دہلی میں مغلوں کی حکومت تھی۔ معلوم کرنا چاہیے کہ اب کس کا زمانہ ہے؟ ماریا چشمے کے ساتھ چلنے لگی — چشمہ آگے جاکر ایک ندی میں مل جاتا تھا — ماریا ندی پر آگئی — یہاں اس نے دو مسافروں کو دیکھا جو ندی کنارے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

ماریا ان مسافروں کے پاس جاکر کھڑی ہوگئی — ان کے لباس بھی بدلے ہوئے تھے — یہ مغلیہ لباس نہیں تھا — ماریا کو اب یقین ہوگیا کہ وقت کم از کم دو تین سو سال پیچھے چلا گیا ہے۔ ماریا نے مسافروں کی باتیں سُنیں تو وہ سلطان شہاب الدین غوری کی باتیں کر رہے تھے۔ جس نے مرہٹوں کو عبرت ناک شکست دی تھی — ماریا نے سوچا۔

"تو یہ مغلوں سے پہلے کا زمانہ ہے اور دہلی پر شہاب الدین

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نحوسی کی حکومت ہے۔"

خدا جانے عنبر اور ناگ کس حال میں ہوں گے؟ ماریا نے سوچا۔۔۔ ظاہر ہے ان کے ساتھ بھی وقت بدل گیا ہو گا اور وہ بھی تین سو برس پیچھے چلے گئے ہوں گے۔۔۔ اب وہ انہیں کہاں تلاش کرے؟ کیا دہلی جائے؟ کیا گجرات کی طرف نکل چلے یا کوہ ہمالیہ کے دامن کے کسی شہر میں چلی جائے؟

ماریا نے اُن مسافروں کو وہیں چھوڑا اور ایک طرف روانہ ہو گئی۔۔۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ جس ندی کے ساتھ ساتھ آگے چل رہی ہے، وہ کس شہر کو جا کر نکل جاتی ہے۔۔۔ ویسے ماریا کا خیال تھا کہ وہ دلّی جائے۔۔۔ ہو سکتا ہے، اس بڑے شہر میں اس کی ملاقات عنبر یا ناگ سے ہو جائے۔۔۔ ماریا چلتی چلی گئی۔۔۔ کافی دُور آگے جا کر ندی ایک بڑی نہر میں جا کر گر گئی۔ یہ نہر کافی بڑی تھی۔۔۔ کنارے پر گھنے درختوں کی چھاؤں تھی۔۔۔ ایک بیل گاڑی آگے کی طرف جا رہی تھی۔۔۔ ماریا بیل گاڑی کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔۔۔ گاڑی بان بیلوں کو ہانکتے ہوئے کوئی گیت گا رہا تھا۔ ماریا گاڑی پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔۔۔ گاڑی بان کو ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔۔۔ وہ اکیلا تھا اور گاڑی پر آٹا دال لادے کسی دوسرے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔۔۔

گاؤں آ گیا۔۔۔ گاؤں پہنچ کر گاڑی بان بڑا خوش تھا۔۔۔ ماریا بھی

گاؤں کی چل پھر کر سیر کرنے لگی۔ لوگوں کی باتوں سے اسے معلوم ہوا کہ وہ دہلی سے دس کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں میں ہے، اور دہلی شہر کو وہاں سے یکّے بھی جاتے ہیں۔۔۔ یہ یکّے آج کے زمانے سے بڑے مختلف تھے۔ پالکی بنی ہوتی تھی جس کے آگے گھوڑا یا بیل جُتے ہوتے تھے۔ یہ چار چار پانچ پانچ کی ٹولی بنا کر صبح منہ اندھیرے روانہ ہوتے تھے اور شام کو دریائے جمنا کے کنارے پہنچ جاتے تھے۔۔۔

دہلی شہر دریائے جمنا کے کنارے پر آباد تھا۔۔۔ ماریا نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی پالکی میں بیٹھ کر دہلی جائے گی اور وہاں عنبر اور ناگ کو تلاش کرے گی۔ پالکیوں کا ایک قافلہ دوسرے روز دہلی کی طرف روانہ ہوا تو ماریا بھی ایک پالکی کی چھت پر جا کر بیٹھ گئی۔۔۔ سارا دن ویران میدانوں اور ٹیلوں میں سفر کرنے کے بعد شام کو پالکیاں دہلی شہر کے قریب دریائے جمنا کے کنارے پر پہنچ گئیں۔ مسافر اُتر کر شہر کی طرف روانہ ہوئے۔۔۔ وہ رات ہونے سے پہلے پہلے شہر میں داخل ہو جانا چاہتے تھے، کیونکہ رات کے بعد شہر کے دروازے بند کر دیے جاتے تھے۔۔۔

شہر دہلی کے اردگرد ایک دیوار بنی ہوئی تھی جو شکستہ ہو رہی تھی۔۔۔ کئی جگہوں پر شہر کے دروازے تھے۔۔۔ ماریا نے دوسرے مسافروں کے ساتھ ایک کشتی پر بیٹھ کر دریا پار کیا۔۔۔ شہر کا دروازہ کھلا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پہرے دار دروازے میں بیٹھے لوگوں سے شہر میں داخل ہونے کا محصول وصول کر رہے تھے۔ ماریا کو تو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ اس سے محصول کیسے وصول کرتے — ماریا شہر میں آگئی۔

دہلی شہر بڑا پرانا پرانا لگ رہا تھا۔ اک منزلہ مکان تھے۔ جن کے لکڑی کے چھجے آگے کو جھکے ہوئے تھے — آبادی زیادہ نہیں تھی — شہر میں امیر لوگوں کی بڑی بڑی حویلیاں بھی تھیں۔ ان کے باہر حبشی غلام تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے — سڑکیں پتھر کوٹ کر بنائی گئی تھیں جن پر پالکیاں اور گھوڑے چل پھر رہے تھے۔ سپاہی تیر کمان اور تلوار لگائے دکانوں کے آگے سے گزر رہے تھے — یہ ترک اور افغان سپاہی تھے — ماریا کو شہر کی سیر کرتے کرتے شام کا اندھیرا چھا گیا —

دکانوں اور مکانوں میں مشعلیں روشن کر دی گئیں۔ گلیوں اور بازاروں میں بھی جگہ جگہ مشعلیں جل اٹھیں — روشنی ہو گئی، مگر آج کے مقابلے میں یہ روشنی کچھ بھی نہیں تھی، بلکہ ہم اسے اندھیرا ہی کہیں گے — ماریا کے قریب سے ایک پالکی گزری۔ اسے حبشی غلاموں نے اپنے کندھے پر اٹھا رکھا تھا — اس پر باریک پردہ پڑا تھا — ماریا نے آگے جا کر دیکھا — ایک بڑی خوب صورت لڑکی پالکی کے اندر لیٹی ہوئی تھی — دو آدمی پالکی کے آگے آگے بھاگ رہے تھے اور لوگوں کو پرے پرے ہٹنے کی آوازیں

لگا رہے تھے —

ماریا نے سوچا کہ شاید یہ لڑکی بیمار ہے — اسے کسی حکیم کے پاس لے جایا جا رہا ہے — ماریا نے دیکھا کہ پالکی دور گلی کے کونے میں ایک حویلی میں داخل ہو گئی — ماریا بھی اس حویلی کی طرف چلی — دل میں یہ خیال لیے ہوئے کہ چل کر اسی حویلی میں رات بسر کی جائے — صبح اٹھ کر شہر میں عنبر اور ناگ کو تلاش کیا جائے گا — حویلی کی ڈیوڑھی میں پہرہ لگا تھا اور مشعل روشن تھی۔ پالکی بڑے دروازے کے اندر ایک طرف کھڑی کی — لڑکی کو اوپر لے جایا گیا —

ماریا بھی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل میں آگئی — یہاں ایک بڑا کمرہ تھا۔ جس کی دیواروں پر پردے گرے تھے — چھت کے درمیان میں ایک ہوادان بنا ہوا تھا جس میں سے تازہ اور ٹھنڈی ہوا کمرے میں آ رہی تھی — موم بتیوں کا ایک بڑا جھاڑ فانوس روشن تھا — وہی خوب صورت پالکی والی لڑکی ایک مسہری پر لیٹی تھی — سفید ڈاڑھی والا ایک آدمی اس کے پاس چوکی پر بیٹھا تھا — کنیزیں پنکھا جھل رہی تھیں — ماریا نے قریب جا کر دیکھا خوب صورت لڑکی کا چہرہ زرد تھا۔ اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے — وہ بہت بیمار لگتی تھی — ایک نوجوان آدمی ترکی شہزادوں کے لباس پہنے اندر آیا۔ اس نے جھک کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ابا حضور آداب ۔"

"لے آئے بیٹا دوائی ۔" بوڑھے نے سر اٹھا کر کہا۔

انہوں نے چاندی کے پیالے میں دوا ڈال کر چمچ کی مدد سے لڑکی کو پلائی ۔ لڑکی نے دوا پی کر آنکھیں بند کر لیں اور لیٹ گئی۔ وہ بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی اور اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی ۔

باپ نے بیٹے سے کہا :

ارسلان بیٹے، تمہاری بہن کو آج بیمار ہوئے۔ ایک مہینہ گزر گیا ہے ۔ دہلی شہر کے تمام حکیموں کا علاج کر چکا ہوں۔ کسی کی دوائی نے فائدہ نہیں پہنچایا ۔ اب سوچتا ہوں کہ بیٹی کو لے کر واپس ترکستان چلا جاؤں ۔ شاید اپنے پرانے وطن کی آب و ہوا میں میری بیٹی اچھی ہو جائے ۔"

بیٹے نے کہا :

"ابا حضور، آپ شاہی دربار کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ سلطان کو آپ پر بڑا بھروسہ ہے ۔ وہ دربار آپ کے حوالے کر کے کابل گئے ہیں ۔ آپ نہ ہوں گے تو مرہٹوں اور جاٹوں کو سلطان کے خلاف بغاوت پھیلانے کا موقع مل جائے گا ۔"

بوڑھے نے کہا :

"لیکن ادھر میری اکلوتی بیٹی ثمینہ کی زندگی کا سوال ہے۔

میں اسے موت کے منہ میں جاتے نہیں دیکھ سکتا ۔"

بیٹے نے کہا :

"میں نے شاہی نجومی کو بلایا ہے ۔ ایک بار اُسے ہمشیرہ صاحبہ کا زائچہ بنا لینے دیجیے ۔ دیکھتے ہیں وہ کیا کہتا ہے، پھر آپ بے شک ترکستان کا سفر اختیار کر لیجیے گا ۔"

بوڑھا خاموش ہو کر خدا سے دُعا مانگنے لگا۔

اتنے میں ایک کنیز نے آ کر آہستہ سے کہا :

"شاہی نجومی آ گیا ہے، حضور انور ۔"

بیٹے نے کہا :

"انہیں دیوان خانے میں بٹھاؤ ۔"

پھر اپنے باپ کی طرف دیکھ کر بولا :

"ابا حضور، آپ بھی چلیے میرے ساتھ ۔ زائچہ بنوانا حرام نہیں ہے ۔ اگر بیماری حد سے گزر جاتے اور کسی دوائی سے آرام نہ آتے تو ستاروں کا حساب بھی کر کے دیکھ لینا چاہیے ۔"

دونوں باپ بیٹا دوسرے کمرے میں آ گئے ۔

ماریا نے جھک کر لڑکی ثمینہ کو دیکھا ۔ اتنی خوبصورت لڑکی ماریا نے پہلے بہت کم دیکھی تھی ۔ بیماری نے اسے کمزور اور زرد کر دیا تھا، پھر بھی وہ بہت دل کش لگ رہی تھی ۔ ماریا دیوان خانے میں آ گئی ۔ وہاں ایک لمبی ڈاڑھی والا نجومی لمبا چغہ پہنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیوان پر بیٹھا ثمینہ کا زائچہ سامنے رکھے حساب لگا رہا تھا۔ ثمینہ کا باپ اور بھائی دونوں شاہی نجومی کے قریب ہی خاموش بیٹھے تھے۔ آخر نجومی نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور سر اٹھا کر بولا:

"بچی کا مرض آگے نکل چکا ہے"

باپ نے فکر مند ہو کر کہا:

"کیا ستاروں میں میری بیٹی کی بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے؟"

نجومی بولا:

"صرف ایک علاج ہے مگر وہ اس قدر مشکل ہے کہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے"

باپ نے گردن اٹھا کر کہا:

"آپ فرمائیے تو، میں اپنی بچی کی زندگی کی خاطر اپنی جان اپنا مال سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں"

نجومی کہنے لگا:

"وہ چیز آپ کے مال خرچ کرنے یا جان دینے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔"

بیٹے نے کہا:

"آخر وہ کیا شے ہے، آپ بتائیں تو سہی"

نجومی نے ایک گہرا سانس بھرا۔ زائچے کو ایک بار پھر

دیکھا اور کہا:

ستاروں کا حساب کہتا ہے کہ دہلی شہر کے جنوب میں ایک پرانی مسجد ہے۔ اس مسجد کے پیچھے ایک قبرستان ہے۔ قبرستان میں ایک اندھا اور گہرا کنواں ہے۔ اس قبرستان میں روحوں کی حکومت ہے جو کسی کو رات کو وہاں نہیں آنے دیتیں اس کنوئیں کے اندر سرخ رنگ کی جھاڑی اُگی ہوئی ہے جس پر سرخ گول پھل لگا ہے۔ اگر وہ پھل لا کر شہزادی ثمینہ کو گرم پانی میں ابال کر پلایا جائے تو وہ بالکل تندرست ہو جائیں گی"

باپ نے کہا:

"یہ کون سی مشکل بات ہے۔ میں ابھی اپنے سپاہیوں کو کہتا ہوں کہ وہ کنوئیں میں اتر کر سرخ پھل توڑ لائیں"

نجومی نے کہا:

کنوئیں میں تین جن رہتے ہیں، وہ کسی کو اندر نہیں آنے دیں گے۔ آپ کوشش کر کے دیکھ لیں"

صبح کنوئیں میں سپاہی اتارے گئے۔ وہ سب کے سب اندر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بڑی مشکل سے انہیں لمبے لمبے بانسوں کے آگے لوہے کے بڑے بڑے چھجے لگا کر باہر نکالا گیا۔ جو کوئی کنوئیں کے اندر اترتا، بے ہوش ہو کر اندر ہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گر پڑتا — دو سپاہی مر بھی گئے — ثمینہ شہزادی کا باپ اور بھائی نا امید ہو گئے تو ماریا نے کنوئیں میں اترنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ایک رسّی کو اوپر کنوئیں کے پاس درخت سے باندھا، پھر رسّی کا دوسرا سرا اپنے جسم کے گرد لپیٹا اور خداوند کا نام لے کر کنوئیں میں اُترنے لگی —

جب وہ بالکل نیچے کنوئیں میں اس جگہ پہنچی، جہاں سے پانی شروع ہو جاتا تھا تو اس کی نظر اپنے آپ سرخ بیل پر پڑی اس کے ساتھ سرخ پھل لگا ہوا تھا۔ ماریا نے آلوچے کے برابر اس پھل کو توڑ کر رومال میں باندھا اور واپس کنوئیں میں سے باہر نکل آئی۔ وہ چونکہ خود غائب تھی، اس لیے دوسری غیبی روحوں کو دیکھ لیتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ کنوئیں کے سامنے ایک سنگ مرمر کے چبوترے والی پرانی قبر کے پاس ایک سفید لباس والی روح کھڑی اس کی طرف دیکھ رہی ہے۔

ماریا نے پھل والا رومال جیب میں رکھا اور روح کے قریب آ کر بولی :

"کیا تم اس قبر کی روح ہو، جس کے باہر کھڑی ہو؟"

روح تھوڑا سا چونکی :

"کیا تم مجھے دیکھ رہی ہو؟"

"ہاں، کیوں نہیں — بتاؤ تم کون ہو؟"

روح نے کہا :

"جس لڑکی کی مرض کا علاج کرنے کے واسطے تم کنوئیں کے اندر سے پھل نکال کر لے جا رہی ہو، میں اس کی ماں کی روح ہوں۔ میں تمہارا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتی ہوں، تم نے میری بچی کی زندگی بچانے کے لیے وہ کام کر دکھایا جو کوئی دوسرا انسان نہیں کر سکتا تھا۔"

ماریا نے کہا :

"اس لیے کہ میں غیبی عورت ہوں۔ مجھ پر آسیب اور جن بھوت کے حملے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ تمہاری بیمار بیٹی کی مدد کرنا میرا فرض ہے۔ لیکن تم اس قبرستان میں کیا کر رہی ہو؟"

روح نے کہا :

"میں بہشت سے اپنی بیٹی کی بیماری کا سُن کر آئی ہوں اور بے چین ہوں۔"

ماریا بولی :

"اب تمہیں خوش ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ سنجومی کے کہنے کے مطابق اب تمہاری بیٹی کو صحت مل جائے گی۔"

"خدا کرے ایسا ہو۔"

ماریا نے وہاں سے سیدھا حویلی کی راہ لی — آج سے تین

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سو برس پرانے دہلی شہر پر شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ شہر میں کہیں کہیں مشعلیں روشن ہو گئی تھیں۔ ماریا ترکی امیر کی حویلی میں داخل ہوئی — وہ دوسری منزل میں آ گئی۔ شہزادی ثمینہ کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ وہ بے ہوش تھی۔ نجومی اور حکیم سر جھکائے بیٹھے تھے — ثمینہ کا باپ اور بھائی بھی بیٹھے خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے، ماریا ان کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ عنبر مقابلہ

ماریا دوائی کیسے دے؟"

یہی سوال اُسے پریشان کر رہا تھا — وہاں گھر کے سبھی لوگ بیمار لڑکی کے ارد گرد بیٹھے تھے — نجومی بھی تھا — شہزادی ثمینہ کا بوڑھا ترکی باپ بھی تھا — ثمینہ کا عمر دہ بھائی بھی تھا۔ ماریا اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی — ثمینہ کی حالت خراب تھی۔ اس پر موت کے سائے چھا رہے تھے — وقت نازک تھا — ماریا جلدی سے دوسرے کمرے میں گئی — وہاں پرانی طرز کی ایک دوات اور پرندے کے پَر والا قلم اور زرد رنگ کے کاغذ رکھے تھے — ماریا نے کاغذ پر لکھا:

"کنویں کے اندر اُگنے والا پھل حاضر ہے"

قلم کی سیاہی کو ماریا نے سفید سفوف سے سکھایا۔ اس میں سرخ گول پھل کو لپیٹا اور پہلے والے بڑے کمرے میں آ گئی — اس نے کاغذ کا گیند سا بنا کر نجومی کی جھولی میں ڈال دیا۔ نجومی نے چونک کر دیکھا کہ یہ کاغذ کا چھوٹا سا گیند اس کی جھولی میں کس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے ڈال دیا — ثمینہ کے باپ اور بھائی نے بھی اس گیند کو گرتے دیکھا تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ گیند کدھر سے آیا ہے۔ نجومی نے اسے کھولا تو اس کے اندر وہی سرخ پھل لپٹا ہوا تھا — ساتھ خط بھی تھا۔ اس نے خط پڑھا — سب دہشت زدہ ہو کر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔

نجومی نے کہا:

"یہ کسی آسیب کا کام ہے۔"

باپ نے کہا:

"جو بھی ہو اسے جلدی سے اُبال کر میری بچی کو پلاؤ تاکہ اسے صحت نصیب ہو۔"

نجومی نے اسی وقت پھل کو گرم پانی میں اُبالا — شربت کو ٹھنڈا کیا اور پھر بے ہوش شہزادی ثمینہ کے حلق میں چمچ سے ٹپکانا شروع کیا — تین چار چمچ پینے کے بعد ہی ثمینہ نے آنکھیں کھول دیں —

ماریا نے خداوند کا شکر ادا کیا اور وہاں سے نکل کر حویلی کی چھت پر آ گئی — چھت پر ایک گول بُرج بنا ہوا تھا جیسا کہ پُرانے زمانے کے امیروں کی حویلیوں کی چھتوں پر بنے ہوتے تھے۔ یہ پہریداروں کے لیے ہوتے تھے — لیکن اس بُرج میں کوئی پہریدار نہیں تھا — ماریا نے وہیں رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور لیٹ

گئی — فرش سنگِ مرمر کا تھا اور ٹھنڈا تھا — وہ نیند کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی تھی، لیکن ماریا، جیسا کہ آپ نے پیچھے بھی پڑھا ہوگا — رات کو اگر موقع ملے تو سو جایا کرتی تھی۔ اس وقت وہ عنبر اور ناگ کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ کہاں ہوں گے۔

ناگ تو نجیب آباد کے قلعے کے تہہ خانے میں سلطان کا شاہی مہمان بن کر قید تھا — قید اس لیے کہ اس پر جادوئی ترشول کا زبردست اثر تھا اور سلطان نے حکم دیا تھا کہ ناگ کو تہہ خانے میں بند رکھا جائے اور اس کے آرام کا بھی ہر حالت میں خیال رکھا جائے — ساتھ ہی سلطان نے ہدایت کی تھی کہ ناگ کو قلعے سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ سلطان خود تو کابل کی طرف چلا گیا تھا — قلعے پر ایک افغان امیر کی حکومت تھی — افغان امیر ہر روز ناگ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا تھا کہ وہ خیریت سے ہے اور جادوئی ترشول نے اس پر اثر ڈالنا شروع نہیں کیا۔

عنبر ڈاکو کالنگاہ کے گروہ میں شامل ہو چکا تھا کہ شاید اس گروہ کے ساتھ آوارہ گردی کرتے ہوئے ناگ اور ماریا سے ملاقات ہو جائے — اسے اتنا پتا چل گیا تھا کہ نجیب آباد کے قلعے سے سلطان شہاب الدین غوری واپس کابل جا چکا ہے — اس لیے اب قلعہ نجیب آباد میں جانا بے کار تھا۔ وہاں ناگ کہاں ہو سکتا تھا۔ ادھر دریائے گوگیرہ میں جس جگہ مرہٹہ سپہ سالار کی شکست کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بعد ایک افغان سپاہی نے جادو کا ترشول پھینکا تھا' وہ ترشول پانی کی لہروں کے ساتھ ساتھ بہتا کافی آگے نکل گیا تھا۔ اس زمانے میں دریاؤں کی صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ دریاؤں کی تہہ کی مٹی لہروں کے ساتھ ہی سفر کرتی تھی۔ سیلاب میں وہ کناروں پر آ جاتی اور اس کے بعد کہیں سے دریا کی تہہ اونچی ہو جاتی تھی اور وہاں ایک جزیرہ سا بن جاتا تھا۔

آگے جا کر جہاں دریائے گوگیرہ گجرات کاٹھیاوار کے جنگلوں میں داخل ہوتا تھا، وہاں ایک ماہی گیر نے دریا میں جال پھینکا۔ جال میں کافی مچھلیاں آ گئیں۔ اس نے جال واپس کھینچا تو مچھلیوں کے ساتھ وہی جادوئی ترشول بھی جال میں پھنس کر آ گیا۔ ماہی گیر ہندو تھا۔ اس نے ترشول کا آنا اپنے لیے مبارک سمجھا اور اسے اپنی جھونپڑی میں لے آیا اور بیوی کو دکھایا۔ اس کی بیوی گاؤں کے بڑے زمیندار اور مالک پٹیل کے گھر پر کام کاج کرتی تھی۔ بیوی نے کہا:

"یہ بڑا قیمتی ترشول لگتا ہے۔ اسے پٹیل جی کو دے کر انعام حاصل کرتے ہیں۔"

ماہی گیر بولا:

"نہیں، ہم اسے اپنے پاس ہی رکھیں گے۔ ہم یہ ترشول کسی کو نہیں دیں گے۔ اس سے ہمارے گھر لکشمی دیوی آیا کرے گی۔"

لیکن ماہی گیر کی بیوی لالچی عورت تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ترشول پٹیل کو دے کر اس سے انعام لے۔ دوسرے دن وہ پٹیل کے گھر کام کرنے گئی تو اس نے پٹیل کی بیوی سے ترشول کا ذکر کر دیا اور کہا کہ ایک بڑا خوب صورت ترشول دریا سے ملا ہے۔ پٹیل کی بیوی نے کہا:

"ترشول تو ہمارے مذہب کی نشانی ہے۔ تم وہ ترشول مجھے لا دو۔ میں تمہیں اس کے بدلے ایک گائے دے دوں گی اور اس کا دودھ بچوں کو پلانا اور مکھن کھانا۔"

ماہی گیر کی بیوی بہت خوش ہوئی۔ گھر آ کر ماہی گیر کو بتایا کہ پٹیل کی بیوی کہتی ہے، ترشول دے دو اور گائے لے جاؤ۔ یہ بہت بڑا لالچ تھا۔ گائے ماہی گیر ساری عمر نہیں خرید سکتا تھا۔ اس نے ترشول پٹیل کی بیوی کو بھجوا دی اور گائے لے آئی۔ پٹیل کی بیوی نے ترشول لا کر مکان کے کمرے میں رکھ دیا اس کا خاوند کھانا کھانے آیا تو ترشول کو دیکھ کر بولا:

"یہ ترشول کہاں سے آ گیا سُندری؟"

سُندری پٹیل کی بیوی کا نام تھا۔ اس نے ماہی گیر کی بیوی کی کہانی بیان کر دی۔ پٹیل بولا:

"یہ ترشول مجھے کسی رمشش (شیطان) کا لگتا ہے۔ اسے فوراً واپس کر دو۔ ہم نے اپنے گھر میں نہیں رکھنے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور ماہی گیر سے اپنی گائے واپس لے لو۔"

پٹیل کی بیوی نے بہت کوشش کی کہ ترشول ماہی گیر کو واپس نہ کرے اور گھر میں ہی رہے، مگر پٹیل نہ مانا — مجبور ہو کر پٹیل کی بیوی نے ترشول ماہی گیر کو واپس کر دیا اور کہا:

"اسے لے لو اور گائے واپس کر دو، یہ پٹیل جی کا حکم ہے۔"

ماہی گیر بے چارا کیا کر سکتا تھا — کیسے انکار کرتا — اُس نے ترشول رکھ لیا اور گائے واپس کر دی — اس کی بیوی کو گائے واپس دینے کا بڑا افسوس ہوا، مگر پٹیل تو گاؤں کا مالک تھا۔ اس کے حکم کے آگے کون دم مار سکتا تھا — ماہی گیر کی بیوی گائے کا دودھ ہانڈی میں رکھے ابال رہی تھی کہ پٹیل کے ہٹے کٹے نوکر آ کر گائے لے گئے اور گائے کے دودھ کی ہانڈی بھی ساتھ ہی لیتے گئے — ماہی گیر کی بیوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بڑی خوش تھی کہ آج اپنے بچوں کو گائے کا دودھ جی بھر کر پلائے گی اور اُس کا مکھن بھی کھلائے گی — ماہی گیر کو بھی بڑا افسوس ہوا، وہ بولا:

"بھاگوان، اب افسوس نہ کرو — بھگوان نے چاہا تو یہی ترشول ہمیں گائے بھی دے دے گا۔"

بیوی بولی:

"ترشول بے چارا گائے کہاں سے لائے گا؟ پٹیل جی کہتے

تھے کہ یہ کسی راکھشش کا ترشول ہے۔"

ماہی گیر نے کہا:

"میں نہیں مانتا — یہ ترشول ہم اپنے پاس ہی رکھیں گے۔ جیسا بھی ہے، یہ اب ہمارا ہے۔"

اس ماہی گیر کی ساتھ والی بستی کے ماہی گیروں سے دشمنی تھی — وہ اس کے خلاف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ یہ ان کی گھاٹ پر مچھلیاں پکڑا کرے — دوسرے روز اس گاؤں کے ماہی گیروں نے اس ماہی گیر کی جھونپڑی پر حملہ کر دیا اور اسے گرانا شروع کر دیا — ماہی گیر بے چارا دہائی دینے لگا۔ اس کی بیوی بچے رونے لگے، مگر وہاں اس کی فریاد کون سُنتا — دوسرے گاؤں والوں نے بڑے پٹیل کو رشوت دے کر اجازت حاصل کر رکھی تھی — غریب ماہی گیر نے روتے ہوئے ترشول کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے اپنے آپ نکل گیا —

"اے ترشول تو ہی میری مدد کر۔"

اتنا کہنا تھا کہ ترشول میں حرکت پیدا ہوئی — ایک چنگاری سی اُس کے اندر سے نکلی اور پھر ایک سیاہ ناگ پھنکارتا ہوا وہاں آ گیا —

ماہی گیر اور اس کی بیوی ڈر کر جھونپڑی سے باہر آ گئے۔ اس کے دشمن جھونپڑی کو گرا رہے تھے — سیاہ ناگ بھی پھنکارتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لہراتا باہر آ گیا — اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل کر زبردست پھنکار کی آواز کے ساتھ جھونپڑی گرانے والوں کے جسموں پر پڑے اور انہیں آگ لگ گئی — وہ چیختے چلاتے دوڑے — سیاہ ناگ نے دوسرے آدمیوں پر حملہ کر دیا — سب کے جسموں پر شعلے پھینکے اور انہیں آگ لگا دی۔

وہ لوگ دریا میں کود گئے اور یوں جانیں بچا کر وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔ ماہی گیر اور اس کی بیوی حیران کھڑے ترشول کی یہ کرامت دیکھ رہے تھے — سیاہ ناگ ترشول کے قریب آیا اور ایک گہرا سانس لے کر غائب ہو گیا۔ ماہی گیر کی بیوی نے کہا:

"یہ ساری کرامت اس ترشول کی ہے — اس ترشول میں ایک ناگ دیوتا رہتا ہے۔"

"بھئی، یہ تو کمال کر دیا اس ترشول نے — اب میں اس سے اور بھی کام لے سکتا ہوں۔"

اُس نے ترشول کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے ترشول، ہم غریب ہیں — ہمیں دولت لا دے تاکہ ہم بھی آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔"

ترشول ایک بار پھر اپنی جگہ سے ہلا۔ اس میں سے کچھ چنگاریاں نکلیں اور پھر وہی سیاہ ناگ نمودار ہو گیا۔ اُس نے

ایک طشتری لا کر سامنے رکھ دی اور غائب ہو گیا۔ ماہی گیر کی بیوی نے طشتری پر سے رومال ہٹایا تو خوشی سے چیخ نکل گئی — طشتری ہیرے جواہرات سے بھری ہوئی تھی۔

دونوں میاں بیوی گھبرا گئے۔ گاؤں کے سُنار کے پاس جا کر انہوں نے ساری بات بیان کر دی — یہ بات مکار پٹیل کے کانوں تک پہنچی تو اس نے ماہی گیر کو بُلا کر ڈانٹا اور سارے ہیرے جواہرات اس سے چھین لیے اور جادو کی ترشول بھی اُس سے لے کر اپنے پاس رکھ لی — ماہی گیر نے شور مچایا تو پٹیل نے اپنے آدمیوں کو کہہ کر اسے قتل کروا کر لاش نہر میں پھینکوا دی۔ اس کی بیوی روتی پیٹتی اپنے بچوں کے ساتھ گاؤں چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی —

پٹیل بڑا ظالم آدمی تھا — اس کے آگے کون بول سکتا تھا — وہ چھ سات گاؤں کا مالک تھا اور راج کرتا تھا۔ علاقے کا راجہ جس کی حکومت گجرات کے ایک خاص چھوٹے سے قطعے اور دیہات تک تھی، پٹیل کا دم بھرتا تھا —

پٹیل نے ترشول کو آزمانا چاہا — اس نے ایک روز اپنی بیٹھک میں ترشول کو سامنے رکھ کر کہا:

"اے جادو کی ترشول، مجھے کوہ رتنا گری کے پہاڑوں سے نکلنے والا سرخ یاقوت لا دے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترشول میں لرزش پیدا ہوئی — چنگاریاں نکلیں اور سیاہ ناگ سامنے آکر پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا — ظالم لالچی پٹیل نے اپنا سوال دہرایا — سیاہ ناگ غائب ہو گیا — تھوڑی دیر بعد سیاہ ناگ واپس آیا تو اس نے ایک سبز رنگ کی پوٹلی پٹیل کے آگے پھینک دی۔

پٹیل نے پوٹلی کھولی تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پوٹلی کے اندر رتنا گری پہاڑوں کا سرخ یاقوت لپٹا ہوا تھا۔ پٹیل نے ترشول کے آگے سجدہ کر دیا، کیوں کہ وہ ہندو تھا اور ہندو کی جس جگہ سے غرض پوری ہوتی ہو وہ وہاں پر سجدہ کر دیتا ہے — اس نے ترشول کو حویلی کی سب سے پچھلی کوٹھڑی میں ایک صندوق کے اندر بند کر کے تالا لگا دیا۔

ناگ نجیب آباد کے قلعے کے تہ خانے میں بند تھا — لیکن پہرے داروں نے دیکھا کہ کبھی کبھی وہ تہ خانے سے غائب ہو جاتا ہے اور تھوڑی دیر بعد پھر واپس آ جاتا ہے — وہ بڑے حیران ہوئے، پھر سوچا کہ قلعے کے امیر کو خبر دینی چاہیے — کیوں کہ ناگ سلطان شہاب الدین غوری کا خاص مہمان تھا جسے اس کے حکم سے وہاں رکھا گیا تھا۔

پہریداروں کو اس بات کی بھی بھنک پڑ گئی تھی کہ ناگ پر کسی نے جادو کر رکھا ہے — امیر قلعہ کو خبر ملی تو وہ خود تہ خانے

میں آیا — دیکھا کہ ناگ آلتی پالتی مارے تہ خانے کے فرش پر بُت بنا بیٹھا ہے، نہ کسی کی طرف دیکھتا ہے، نہ کسی کے سوال کا جواب دیتا ہے —

پہرے دار نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اسے غائب ہوتے دیکھا تھا۔

امیر قلعہ نے کہا:

"اگر اب ناگ غائب ہو تو فوراً مجھے خبر کر دینا"

ادھر اب ایسا ہوا کہ گجرات کاٹھیاواڑ کے گاؤں کے پٹیل کا ایک دشمن آدھی رات کو اپنے آدمی لے کر تلواریں لہراتا اس کی حویلی پر آ گیا اور للکارنے لگا۔ پٹیل کی بیوی کو تو غش آ گیا — پٹیل بھی کانپنے لگا — پھر اسے خیال آیا۔ بھاگم بھاگ کوٹھڑی میں پہنچا — صندوق کھول کر ترشول کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"اے ترشول دیوتا، میری مدد کرو — میرے دشمن کو ختم کر دو، نہیں تو یہ میرے سارے خاندان کو ابھی قتل کر دیگا"

ترشول میں لرزش پیدا ہوئی، چنگاریاں نکلیں اور ناگ سامنے آ گیا — پٹیل نے اپنی خواہش کو دہرایا تو سیاہ ناگ کوٹھڑی میں سے باہر نکل گیا — پٹیل اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ حویلی کے باہر پٹیل کے دشمن گھوڑوں پر سوار حویلی کے بڑے دروازے میں گھات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُسے آگ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پٹیل نے چھوٹی کھڑکی میں سے باہر دیکھا — اس کے دشمن دروازے پر تیل چھڑک رہے تھے — اس نے سیاہ ناگ کو ایک جھاڑی میں جاتے اور پھر جھاڑیوں کے پیچھے سے ایک بہت بڑے ہاتھی کو نکلتے دیکھا، جس نے سامنے آتے ہی پٹیل کے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اس گروہ کے سردار کو سونڈ میں لپیٹ کر اوپر اٹھا کر زور سے پٹخ دیا اور اس کا وہیں کچومر نکل گیا — باقی چار آدمیوں کو بھاگتے ہوئے پکڑ لیا اور سونڈ میں لپیٹ کر انہیں اپنے آگے زور سے پھینکا اور پھر باری باری انہیں اپنے پاؤں تلے کچل کر رکھ دیا۔ باقی تلواریں پھینک کر بھاگ کھڑے ہوئے —

پٹیل حیران بھی بے حد تھا۔ اور خوش بھی بہت ہوا — اس کے تو سارے کام یہ اکیلا ترشول کر رہا تھا۔ اسے خود کوئی کام کرنے کی کیا ضرورت تھی —

اب پٹیل اس ترشول کو زبردست حفاظت میں رکھتا تھا — پٹیل نے پچھلی کوٹھڑی میں زمین کھود کر ترشول کو اس کے اندر دبا کر رکھ دیا۔

دوسری طرف کالنگاہ ڈاکو بھی اپنی ٹولی کے ساتھ گجرات کاٹھیاواڑ کی ندی دھارا کے علاقے میں داخل ہو چکا تھا، کیونکہ اس علاقے میں بڑے بڑے موٹے پیٹوں والے غریبوں پر ظلم

کرنے والے ہندو ساہوکار پٹیل رہتے تھے — عنبر اس گروہ میں کالنگاہ ڈاکو کے ساتھ تھا۔ جاسوسوں نے پہلے ہی کالنگاہ ڈاکو کو خبر دے دی تھی کہ دریا کنارے ایک پٹیل رہتا ہے جس کے پاس بیسے جواہرات اور رتنا گری پہاڑیوں کا ایک بڑا قیمتی سرخ یاقوت ہے — یہ وہی لالچی اور ظلم کرنے والا قاتل پٹیل تھا، جو غریب ماہی گیر کو قتل کروا چکا تھا اور جس کے پاس جادو کی ترشول تھی — کالنگاہ ڈاکو شام کے وقت گاؤں کے باہر پہنچ گیا۔ دریا کنارے اس نے ماہی گیروں کی جھونپڑیوں کے پاس گھوڑے رکوا دیے اور ڈیرہ ڈال دیا —

عنبر سے اس نے کہا:

"بھائی عنبر، تھوڑا کھانا وانا کھا لیں، پھر پٹیل کے گھر چل کر اس کی خبر لیتے ہیں"

ماہی گیروں نے کالنگاہ ڈاکو کو مچھلی لا کر دی — یہ لوگ جانتے تھے کہ کالنگاہ ڈاکو غریبوں کا بڑا ہمدرد ہے — ان ماہی گیروں نے اسے بتایا کہ پٹیل کے پاس کوئی جادو کی شے ہے جس کی مدد سے وہ دولت حاصل کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو قتل بھی کروا دیتا ہے —

کالنگاہ ڈاکو نے عنبر سے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"عنبر بھائی، دشمن بڑا زبردست ہے، اس سے ہوشیار رہنا ہوگا۔"

عنبر نے کہا:

"فکر نہ کرو کالنگاہ، میں آگے آگے چلوں گا۔ مجھے وہ نہیں مار سکے گا۔"

کالنگاہ بولا:

"ارے نہیں بابو، تم تو ہمارے مہمان ہو، تمہیں ہم نہیں مرنے دیں گے۔ تمہیں کچھ ہوگا تو ڈاکوؤں کی برادری میں ہماری ناک نہ کٹ جائے گی۔ آگے آگے ہم چلیں گے۔"

شام کا کھانا ختم ہوگیا۔ سارے ڈاکوؤں نے خوب مزے لے لے کر مچھلی کھائی۔ کالنگاہ ڈاکو نے ان سے کہا:

"میرے بھائیو، اس پٹیل کے پاس میں اپنے صرف دو چار جان باز لے کر ہی جانا چاہتا ہوں۔ باقی لوگ اسی جگہ ہمارا انتظار کریں گے۔"

کالنگاہ نے عنبر کے علاوہ دو ڈاکو اپنے ساتھ لیے اور گھوڑے کو پٹیل کی بڑی حویلی کی طرف بڑھایا۔ دو گھنٹے سے کالنگاہ ڈاکو اس گاؤں کے باہر دریا کنارے ڈیرا ڈالے پڑا تھا، لیکن کیا مجال ہے جو کسی غریب گاؤں والے یا ماہی گیر نے پٹیل کو خبر لگنے دی ہو۔ وہ سب یہی چاہتے تھے کہ پٹیل کی حویلی کو لوٹ

کر آگ لگا دی جائے۔ کیونکہ پٹیل نے ان کے کئی بھائیوں اور بچوں کو ہلاک کیا تھا۔

شام کی دیا بتی روشن ہو چکی تھی کہ کالنگاہ ڈاکو منہ سر چھپائے، تلوار ہاتھ میں لیے پٹیل کی ڈیوڑھی پر جا پہنچا۔ ایک طرف عنبر تھا اور دوسری طرف اس کے دو دوسرے ڈاکو ساتھی تھے۔ پہرے دار نے ڈاکوؤں کی شکل دیکھی تو اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔

کالنگاہ ڈاکو نے قہقہہ لگا کر کہا:

"دولت مند آدمی کی غلامی نے تمہیں بھی بزدل بنا دیا ہے۔ جاؤ، جا کر پٹیل سے کہو کہ زنانے سے نکل کر مردانے میں آ جائے۔ ہم اس سے ملنے بڑی دور سے آئے ہیں۔"

پہرے دار بھاگم بھاگ اندر پہنچا اور جا کر بتایا کہ دو چار بڑے خونخوار قسم کے آدمی اُسے بُلا رہے ہیں۔ پٹیل بڑے غرور میں تھا، اُسے اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ ہو گیا تھا۔ اس نے پہرے دار کی بات پر کوئی خاص دھیان نہ دیا اور زنانے سے نکل کر باہر حویلی کے مردانہ علاقے کی طرف آ گیا۔

یہاں جب اُس نے مشعلوں کی روشنی میں اچانک چار پانچ ڈراؤنی شکلوں والے خونخوار انسانوں کو گھوڑوں سے اُتر کر اپنے سامنے آتے دیکھا تو اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ گلے کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

منکا بجنے لگا — پتلی پتلی ٹانگیں کانپنے لگیں اور موٹی گوگڑے اندر گڑ گڑ کی آوازیں آنے لگیں — اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"کہو مہاراج، کیا کام ہے؟"

کالنگاہ ڈاکو نے تلوار کی نوک سے پٹیل کے گلے میں پڑا ہوا موتیوں کا ہار جھٹکے سے توڑ ڈالا اور کہا:

"سُنا ہے، تیرے پاس بڑے موتی جواہرات ہیں؟ سُنا ہے، تیرے پاس لال یاقوت بھی ہے رتنا گری کے پہاڑوں کا — ذرا ہمیں بھی تو دکھا اپنی دولت!"

پٹیل سمجھ گیا کہ موت سر پر آگئی ہے۔ اب یہ ٹل نہیں سکتی۔ اس نے کالنگاہ ڈاکو کو پہچان لیا تھا اور اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ کالنگاہ ڈاکو جس پٹیل کے گھر جاتا ہے اُسے ہلاک کرکے ہی واپس جاتا ہے، جو اس کے راستے میں آتا ہے اسے بھی قتل کر دیتا ہے۔ اس نے ہاتھ باندھ کر کہا:

"ابھی لاتا ہوں مہاراج!"

وہ جانے لگا تو کالنگاہ نے تلوار آگے کرکے کہا:

"سُنا ہے تیرے پاس کوئی جادو کی پٹاری بھی ہے، ذرا وہ بھی تو لاکر ہمیں دکھا۔"

"ابھی لایا مہاراج!"

پٹیل حویلی کے اندر جانے کے لیے مڑا تو عنبر نے کہا:

"کالنگاہ، اسے اکیلا مت جانے دو — یہ بات خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔"

کالنگاہ نے ہمیشہ عنبر کے کہنے پر عمل کیا تھا۔ اُس نے وہیں گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑا دوڑاتا پٹیل کے آگے جا کھڑا ہوا —

"نہیں موٹے لالہ، ایسے نہیں — ہم تمہارے ساتھ جائیں گے — ہم سب تمہارے ساتھ جائیں گے۔"

"بڑی خوشی سے مہاراج! بڑی خوشی سے آئیں۔"

پٹیل کا خیال تھا کہ وہ اکیلا جاکر ترشول سے مدد طلب کرے گا — اب یہ سارے اس کے ساتھ چل پڑے تھے، پھر بھی پٹیل نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے مر جائے مگر جادو کے ترشول کو ایک بار مدد کے لیے ضرور پکارے گا —

مصیبت یہ تھی کہ اُس نے سُرخ یاقوت بھی اسی ترشول والی کوٹھڑی میں رکھا تھا۔ پٹیل کانپتی ہوئی ٹانگیں کھڑکھڑاتا ان تین ڈاکوؤں کو لے کر حویلی کی پچھلی کوٹھڑی میں آگیا۔ یہاں اس نے صندوق میں سے سرخ یاقوت کی پوٹلی اور دوسرے جواہرات نکال کر کالنگاہ ڈاکو کو دیے اور کہا:

"کیا اب میری جان بخشی ہوگئی حضور؟"

میرے موتی جواہرات اور سرخ یاقوت دیکھ کر کالنگاہ کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آنکھیں چکا چوند ہو گئیں — اس نے عنبر سے کہا :

"یہ تو کسی راجہ کے خزانے کے موتی لگتے ہیں"

عنبر نے کہا :

"کسی بادشاہ کے خزانے کے لگتے ہیں — بے چارے راجوں کے پاس اتنے قیمتی موتی کہاں ہوں گے"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے" کالنگاہ نے کہا۔

پھر اس نے تلوار نکال لی اور پٹیل کی گردن پر اُس کی نوک رکھ کر کہا :

"اب مرنے کے لیے تیار ہو جا موٹے سؤر"

"اب تو پٹیل کی جان ہی نکل گئی — سمجھ گیا کہ موت سر پر آ گئی ہے، لیکن مرنے سے پہلے اس نے بلند آواز سے ترشول کو پکار دیا —

"اے ترشول، میری مدد کر"

جادو کی ترشول صندوق کے اندر بند تھی۔ وہ صندوق کے اندر ہی ہلی — اس میں سے چنگاریاں نکلیں اور پھر اچانک کوٹھڑی میں زور سے بجلی چمکی بادل گرجے اور پھر ایک سیاہ ناگ پھنکارتا ہوا حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا — اس نے دو ڈاکوؤں کو ڈس کر ہلاک کر دیا —

عنبر دیکھتا ہی رہ گیا — سیاہ سانپ اب عنبر کی طرف حملہ کرنے

آیا — کالنگاہ نے تلوار نکال کر سانپ کے دو ٹکڑے کرنے چاہے۔ وہ تلوار مارنے ہی لگا تھا کہ اچانک چھلانگ لگا کر عنبر سانپ اور تلوار کے درمیان آ گیا — تلوار عنبر کے جسم سے ٹکرائی اور ایسی آواز آئی جیسے وہ کسی چٹان کے ساتھ ٹکرائی ہو"

"خبردار کالنگاہ، اسے مت مارنا" عنبر چلایا۔

کالنگاہ کی تلوار کا وار عنبر کے جسم پر پڑ چکا تھا — یہ وار اگر عنبر کے بجائے کسی دوسرے آدمی پر پڑتا تو اس کے جسم کے فوراً دو ٹکڑے ہو جاتے اور تلوار دوسری طرف نکل گئی ہوتی۔ مگر عنبر کے جسم سے لگ کر تلوار ٹوٹ گئی تھی — کالنگاہ ڈاکو حیرت سے عنبر کو تکنے لگا — عنبر سانپ کی طرف تک رہا تھا — سانپ بھی عنبر کو ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا۔

عنبر نے کہا :

"ناگ، کیا تم نے اب بھی مجھے نہیں پہچانا؟ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے کس طرح تمہاری جان بچائی ہے — تم میرے بھائی ہو — تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ مجھے بتاؤ تم پر کس نے جادو کر دیا ہے"

ناگ پھن اٹھائے خاموش تھا، جھوم رہا تھا اور عنبر کو اپنی لال لال آنکھوں سے تک رہا تھا — صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بے بس ہے اور کسی زبردست جادو کے اثر میں ہے — وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ جس ترشول نے اسے اپنے جادو میں قید کر رکھا ہے — وہ صندوق میں بند پڑی ہے۔

کالنگاہ ڈاکو نے آگے بڑھ کر کہا:

"عنبر بھائی، یہ تم سانپ سے کیا باتیں کر رہے ہو؟"

کالنگاہ ڈاکو عنبر کی خیضہ طاقت سے کچھ گھبرا گیا تھا۔ سانپ سے باتیں کرتے دیکھ کر اسے اور زیادہ یقین ہو گیا تھا کہ یہ عنبر کوئی بھوت یا دیوتا ہے —

عنبر نے کالنگاہ ڈاکو کی بات کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ وہ ناگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس سے باتیں کرتا رہا —

"ناگ اپنے ہوش میں آؤ، تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ مجھے پہچانو، میں عنبر ہوں۔"

سیاہ ناگ ایک دم غصے میں آ کر پھنکارا اور اس نے جھک کر عنبر کی کلائی پر ڈس دیا — کالنگاہ نے زور سے خنجر سانپ کی طرف پھینکا — عنبر نے چیخ مار کر کہا:

"کالنگاہ خبردار! سانپ کو کچھ نہ کہنا۔"

"وہ تمہیں ڈس چکا ہے، جلدی سے یہاں سے نکل چلو۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں، میں نہیں جاؤں گا — تم نکل جاؤ۔"

"یہ سارا تماشہ پیٹیل کونے میں دبکا حیرانی اور خوف سے

دیکھ رہا تھا —

اب جو اس نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو کالنگاہ ڈاکو کی اس پر نظر پڑ گئی — اس نے وہیں سے تلوار کا ایک ہاتھ گھما کر ایسا مارا کہ پیٹیل دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا — عنبر ناگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا تھا اور اسے کہہ رہا تھا۔

"ناگ، تم جانتے ہو کہ مجھ پر زہر اثر نہیں کرے گا، مجھے پہچانو، ہوش میں آؤ۔"

سانپ نے دوسری بار غصے سے بھڑک کر عنبر کی دوسری کلائی پر حملہ کر دیا — عنبر نے ناگ کو گردن سے پکڑنا چاہا۔ مگر ناگ اس کے ہاتھ سے نکل کر پھر سامنے آ گیا — کالنگاہ ڈاکو حیران رہ گیا تھا کہ اتنا زہریلا سانپ دو بار عنبر کو ڈس چکا ہے، مگر اس پر زہر کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا — اب وہ خود اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا کہ کہیں سانپ اس پر حملہ نہ کر دے — کیونکہ عنبر نے اسے ہدایت کی تھی کہ سانپ کو کچھ نہ کہا جائے۔ وہ خود گھبرا رہا تھا کہ کہیں سانپ کوئی دیوتا ہی نہ ہو — عنبر نے ناگ کو دوسری بار قابو کرنے کی کوشش کی تو ناگ نے ایک بھیانک پھنکار ماری اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل کر عنبر کے جسم سے ٹکرائے —

کالنگاہ نے چیخ ماری:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"عنبر، میں اس سانپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا — بھگوان کے لیے پیچھے ہٹ جاؤ۔"

عنبر نے چلا کر کہا:

"کالنگاہ، خبردار اس سانپ پر حملہ نہ کرنا۔"

کالنگاہ یہ دیکھ کر اور زیادہ حیرت میں گم ہوا کہ سانپ کے منہ سے نکلنے والے شعلوں کا عنبر پر ذرا سا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا — ناگ اور عنبر اسی طرح لڑتے لڑتے پیٹل کی حویلی سے باہر آ گئے۔

ناگ کے منہ سے شعلے نکل کر عنبر کے جسم پر پڑ رہے تھے — عنبر ان شعلوں میں بھی بار بار بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ناگ سے باتیں کیے جا رہا تھا۔

"ناگ، واپس آ جاؤ — واپس آ جاؤ — تم ناگ ہو، میں عنبر ہوں — خدا کے لیے اپنے آپ کو پہچانو۔"

ناگ کی آنکھیں سُرخ تھیں — اس کے منہ سے شعلے نکل رہے تھے — آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں اور پھر کالنگاہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا — جب اس نے دیکھا کہ سانپ ایک دم سے جُون بدل کر بنگال کا دھاری دار آدم خور شیر بن گیا اور پورا منہ کھول کر زور سے دھاڑا اور عنبر پر حملہ کر دیا۔ کالنگاہ گھبرا گیا۔ وہ اچھل کر دیوار کے اوپر چڑھ کر ڈیوڑھی کی چھت پر آ گیا۔

صحن میں چاروں طرف مشعلیں روشن تھیں — اس کی روشنی میں شیر نے عنبر کے شانے پر اتنے زور سے پنجہ مارا کہ عنبر نیچے گر پڑا — دونوں گتھم گتھا ہو گئے — تھوڑی دیر بعد عنبر اوپر آ گیا۔ کالنگاہ یہ دیکھ کر حیرانی کے سمندر میں ڈوبتا جا رہا تھا کہ اس قدر شیر کے پنجے کھانے کے بعد بھی عنبر کے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی تھی۔

عنبر نے شیر کے جبڑے میں ہاتھ ڈال کر اسے کھول دیا۔ شیر غرّا رہا تھا، گرج رہا تھا اور عنبر اُسے کہہ رہا تھا:

"ناگ، تمہیں کیا ہو گیا ہے — پہلے تم نے یہ حرکت کبھی نہیں کی تھی۔ مجھے بتاؤ، تم پر کس نے جادو کیا ہے۔"

شیر نے عنبر کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑایا اور دھاڑتا ہوا اُچھل کر چھلانگ لگا کر دیوار پھاند کر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا — کالنگاہ چھت سے کود کر عنبر کے پاس آ گیا۔

"عنبر بھائی، یہ کیا چکر ہے — میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

عنبر کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں — اُس کی آنکھیں دیکھ کر کالنگاہ پر ایک دہشت سی بیٹھ گئی۔

عنبر نے کہا:

"اس پیٹل نے کس کو مدد کے لیے آواز دی تھی؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کالنگاہ غور کرنے کے بعد بولا :

"یاد نہیں مجھے — میرا خیال ہے اُس نے بھگوان کرشن کو پکارا تھا — یہی وجہ ہے کہ اس کی پکار پر بھگوان کرشن ناگ کا روپ بدل کر آ گئے — تم نے غلطی کی عنبر جو ناگ کے مقابلے میں آ گئے — وہ سانپ نہیں تھا، وہ تو بھگوان کرشن تھے۔ چلو اب یہاں سے بھاگ چلو — نہیں تو ہم پر ضرور کوئی نہ کوئی مصیبت آ جائے گی۔"

عنبر کو اب بھی شبہ تھا کہ پٹیل نے مرنے سے پہلے مدد کے لیے کرشن مہاراج کو نہیں بلکہ کسی اور شے کو آواز دی تھی۔ وہ لفظ اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ رات گہری ہو رہی تھی۔ اور خطرہ تھا کہ اس علاقے کے تعلق دار کی طرف سے فوج نہ آ جائے — عنبر کالنگاہ کے ساتھ پٹیل کی حویلی سے باہر آ گیا۔ حویلی سے باہر گاؤں میں اندھیرا تھا — لوگ ڈر کے مارے گھروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے تھے — پٹیل کے قتل، ڈاکو کالنگاہ کے آنے اور شیر کی دھاڑوں اور گرج نے انہیں بے حد خوفزدہ کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے گھروں کے چراغ بجھا دیے تھے — کالنگاہ نے اپنے ڈاکوؤں کو ساتھ لیا اور گھوڑے دوڑاتے اندھیرے ویران گاؤں سے ندی کی طرف نکل گئے —

عنبر گھوڑے پر سوار کالنگاہ ڈاکو کے ساتھ ساتھ جا رہا

تھا۔ ایک بات کی اُسے تسلی تھی کہ ناگ کو اس نے دیکھ لیا ہے — وہ انہی جنگلوں میں کہیں نہ کہیں شیر یا سانپ یا اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور وہ اُسے ایک بار پھر جادو کے اثر سے نکالنے کی کوشش کرے گا۔

پیچھے گاؤں میں ویرانی چھا گئی تھی — پٹیل کے گھر میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں — لوگ گھروں میں دیے بجھائے دروازے بند کیے بیٹھے تھے کہ کہیں ڈاکو یا شیر آ کر انہیں ہلاک نہ کر دے اسی گاؤں میں ایک ایسا آدمی بھی چکر لگا رہا تھا جس نے پٹیل کی زبان سے یہ فقرہ سُن لیا تھا :

"اے ترشول میری مدد کر۔"

اور پھر ترشول کے سیاہ سانپ نے پٹیل کے دشمنوں پر حملہ کر دیا تھا — یہ شخص اُسی ترشول کی تلاش میں تھا۔ پٹیل کے بیوی بچے حویلی سے جا چکے تھے — یہ آدمی پٹیل کی خالی حویلی میں گھوم پھر کر بکھری ہوئی چیزوں اور صندوقوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا — تلاشی لیتے لیتے وہ مکان کی پچھلی کوٹھڑی میں بھی آ گیا — یہاں اُسے ایک صندوق پڑا دکھائی دیا — اُس نے صندوق کھولا تو اس کے اندر جادو کا ترشول دکھائی دیا۔ اس شخص کی آنکھیں کھل گئیں — ترشول کو نکال کر چوما اور لمبے کُرتے کے اندر چھپا کر باہر کو بھاگا — اندھیرے سنسان گاؤں کے بازار سا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے ہوتا سیدھا ندی کنارے کی ایک بستی میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس کی ایک جھونپڑی تھی — وہ پٹیل کی حویلی کا پنڈت تھا۔ جھونپڑی میں آتے ہی اس نے ترشول کو نکال کر سامنے رکھا اور اس کے آگے ہاتھ باندھ کر بولا:

"اے ترشول، میری مدد کر — مجھے دولت لا کر دے۔"

ترشول ہلنے لگا، پھر اس میں سے چنگاریاں نکلیں اور تھوڑی دیر بعد اُسے سانپ کی پھنکار کی آواز سنائی دی — پنڈت ڈر کر کھاٹ کے اوپر چڑھ گیا — ایک سیاہ ناگ اپنے منہ میں سرخ مخمل کی پوٹلی اس کے آگے رکھ کر واپس چلا گیا — پنڈت سانپ کے جاتے ہی کھاٹ سے چھلانگ لگا کر نیچے آیا — جلدی سے پوٹلی اٹھا کر کھولی — وہ سرخ و سفید قیمتی جواہرات سے بھری ہوئی تھی — خوشی کے مارے پنڈت کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے ترشول کو کھاٹ کے نیچے چھپایا — پوٹلی اپنی کمر کے ساتھ باندھی اور سو گیا — خوشی سے اُسے باقی رات نیند نہ آئی۔ منہ اندھیرے اُٹھ کر شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ دکانیں ابھی نہیں کھلی تھیں — ایک مندر میں جا کر بیٹھ گیا اور سورج نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

جب دن چڑھا اور بازار کھل گئے تو پنڈت بھی بازار میں آ گیا۔ ہندو بنیے دکانوں پر بیٹھے تھے — گاہک آنا شروع ہو گئے تھے۔

پنڈت ایک جوہری کی دکان پر گیا — اُسے جواہرات کی پوٹلی دکھائی۔ یہ بڑے ہی قیمتی جواہرات تھے — جوہری نے پنڈت کی طرف دیکھا اور پوچھا — کہ وہ انہیں کہاں سے لایا ہے؟

پنڈت نے کہا:

"لالہ جی، تم کو اس سے کیا مطلب؟ تم یہ بتاؤ کہ اس کے کتنے پیسے دو گے؟"

جوہری سمجھ گیا کہ یہ پنڈت کوئی چور ہے، کہنے لگا:

"بھیا، میں تو تمہیں ایک ہزار سونے کی اشرفیاں دے سکتا ہوں۔"

پنڈت نے ساری زندگی کبھی ایک ہزار اشرفیاں نہیں دیکھی تھیں — جلدی سے جواہرات کی پوٹلی جوہری کے حوالے کی اور ایک ہزار اشرفیاں لے کر دکان سے بھاگا۔ وہ ایک گلی میں داخل ہو گیا تاکہ جلدی سے دوسری طرف کھیتوں میں نکل جائے گا۔ اس بھاگ دوڑ میں اسے بالکل خیال ہی نہ رہا کہ جادو کا ترشول اس کے کرتے کے اندر سے کھسک کر نکل گیا ہے۔

اس مکان میں ایک بیوہ مسلمان نیک بی بی اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ رہتی تھی — بے چاری ماں دن بھر گھر میں چرخہ کات کر سوت بناتی اور ساہوکار کو دے کر جو تھوڑے پیسے ملتے اس سے گھر کا خرچ چلاتی، اس کی بیٹی زبیدہ جوان ہو گئی تھی، مگر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کی ماں کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ بیٹی کا بیاہ کر سکے۔
اتفاق سے وہ عورت بازار سے کوئی چیز خریدنے گھر سے نکلی تو اُس کی نظر ترشول پر پڑی جو اس کے مکان کے آگے گلی میں پڑا تھا۔ اس نے پہلے تو حیرانی سے ترشول کو دیکھا کہ اتنا خوب صورت چمکیلا ترشول یہاں کون پھینک گیا ہے۔ آگے بڑھ کر ترشول اٹھایا اور اپنی بیٹی کو جا کر دکھایا۔

بیٹی نے کہا:

"اماں، مجھے تو یہ جادو ٹونہ لگتا ہے۔ اسے وہیں پھینک دو۔"

ماں نے کہا:

"اصلی پیتل ہے بیٹی — چلو اسے دکاندار کے پاس بیچ کر دو پیسے ہی کما لیں گے۔"

بیوہ عورت ترشول لے کر اندر چلی گئی۔ اس کی بیٹی بھی اس کے ساتھ تھی — عورت نے ترشول صندوق کے اوپر رکھ دیا۔ اور بیٹی کے کپڑے دھونے لگی — بیٹی بیٹھی سلائی کڑھائی کرنے لگی۔ بیوہ عورت کپڑے دھوتے دھوتے تھک گئی تو اس نے بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:

"اری کبھی تو بھی میری مدد کر دیا کر۔"

بیٹی نے کہا:

"اماں، میں کیا مدد کروں؟"

ماں کے منہ سے نکل گیا —

"تو اور کیا میں اس ترشول سے کہوں کہ اے ترشول مدد کر اور میرے کپڑے دھو دے۔"

اس کے منہ سے اتنا نکلا ہی تھا کہ ترشول صندوق — اوپر پڑے پڑے ہلنے لگا — پھر اس کے اندر سے سبز اور نیلے رنگ کی پھلجھڑیاں سی نکل کر ادھر اُدھر گرنے لگیں — عورت اور اس کی بیٹی ڈر کر ایک دوسرے سے لپٹ گئیں۔ چنگاریاں بجھ گئیں — پھر انہوں نے دیکھا کہ اُن کے کپڑے اپنے آپ دُھل رہے ہیں۔ کوئی غیبی طاقت انہیں دھو دھو کر نچوڑ رہی ہے۔ جب کپڑے دُھل گئے تو بیٹی نے کہا:

"اماں اس ترشول میں تو کوئی جن قید ہے، اسے کہتے ہیں، ہمیں دولت لا دے۔"

ماں نے کہا:

"نہ بیٹی، ہمیں ایسی دولت نہیں چاہیے۔"

"ماں تو اور کیا کوئی ہمیں اپنے گھر آ کر دولت دے جائے گا؟"

ماں کے منع کرنے کے باوجود بیٹی نے ترشول کی طرف منہ کر کے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اے ترشول کے حق ہماری مدد کر، ہمیں دولت لاکر دے۔"

ترشول اُسی طرح ایک بار زور سے ہلا۔ اس کے اندر سے چنگاریاں نکلیں اور پھر ایک سیاہ ناگ پھنکارتا ہوا ان کی کوٹھڑی میں آیا اور ایک سبز رنگ کی تھیلی پھینک کر چلا گیا۔ اس تھیلی میں بھی بڑے قیمتی ہیرے اور سونے کے زیور تھے۔ ماں بیٹی کی تو آنکھیں چکا چوند ہوگئیں۔ انھوں نے ہیروں کی تھیلی سنبھالی اور مکان کو تالا لگا کر سیدھی جوہری کی دکان کی طرف روانہ ہوگئیں۔

عنبر اپنے دوست کالنگاہ ڈاکو کے گروہ کے ساتھ گجرات کاٹھیاواڑ کے ایک جنگل میں رہ رہا تھا۔ کالنگاہ عنبر سے دبا دبا سا رہتا تھا۔ اس نے کئی بار عنبر کو کریدنے کی کوشش کی کہ اس پر شیر کے پنجوں اور سانپ کے زہر کا اثر کیوں نہیں ہوا تھا۔ اور وہ شیر کون تھا جو پہلے سانپ بن کر آیا تھا اور وہ اس سے باتیں کرتے ہوئے بالبار کتا تھا۔

"مجھے پہچانو، میں عنبر ہوں۔"

مگر عنبر جواب گول کر جاتا تھا۔ وہ کالنگاہ کو اپنا راز خود اپنی زبان سے نہیں بتانا چاہتا تھا۔ کالنگاہ نے عنبر کو آزمانے کے لیے ایک دن بہت زہریلا سانپ کہیں سے منگوایا اور عنبر کے بستر میں چھوڑ دیا۔ صبح سانپ مرا ہوا تھا۔ اور عنبر زندہ تھا۔

کالنگاہ نے کہا۔

"عنبر بھائی، آخر یہ راز تم کب تک مجھ سے چھپائے رکھو گے؟ تم مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ تم اصل میں کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"کالنگاہ دوست، تمہیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر کبھی وقت آگیا تو تمہیں اپنے آپ معلوم ہو جائے گا۔ ابھی میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

عنبر اکثر راتوں کو اُٹھ کر جنگل میں نکل جاتا۔ کہ شاید کسی جگہ ناگ سے ملاقات ہو جائے، جو شیر بن کر اس جنگل میں گھوم رہا تھا۔

وہاں گاؤں میں مشہور ہو گیا تھا کہ جنگل میں ایک ایسا نیک دل شیر آیا ہوا ہے جو کسی کو کچھ نہیں کہتا اور آدمی کو دیکھ کر خود ہی جھاڑیوں میں چلا جاتا ہے۔ عنبر سمجھ رہا تھا کہ یہی ناگ ہے۔

اس نے ناگ کو بہت تلاش کیا، مگر وہ اسے کہیں نہ ملا۔ شاید ناگ بھی اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہو جاتا تھا۔

ایک رات کی بات ہے کہ کالنگاہ ڈاکو کا ایک دشمن چوہالا قاتل کالنگا کو قتل کرنے کی نیت سے اس جنگل میں آگیا۔ جہاں کالنگا نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ کالنگاہ اور عنبر ڈیرے سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھوڑی دُور ایک چشمے کے کنارے ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر صف بچھائے لیٹے باتیں کر رہے تھے — رات خاموش اور چاندنی تھی۔ جنگل سنسان تھا —

اچانک ایک طرف سے چومالا قاتل چھلانگ لگا کر کودا اور کالنگاہ کے سینے پر تلوار لے کر چڑھ گیا —

"اب بتا تجھے کون بچا سکتا ہے — میں چومالا ہوں — تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا — مجھے آج تم سے اپنے دوست کے قتل کا بدلہ لینے آیا ہوں۔"

عنبر پرے ہوکر کھڑا تھا اور نہتّا تھا — چومالا کو معلوم تھا کہ ایک نہتا آدمی کچھ نہیں کر سکتا — اسے کیا خبر تھی کہ عنبر نہتا ہی اس کے لیے کافی ہے —

کالنگا نے مسکرا کر کہا :

"چومالے، میری موت تیرے ہاتھوں نہیں لکھی — میں جانتا ہوں، تم — تم مجھے نہیں مار سکو گے۔"

خدا ہی نے یہ اعتماد کالنگاہ میں کہاں سے اور کس وجہ سے آگیا تھا کہ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا تھا اور اس کے چہرے پر ذرا سی بھی گھبراہٹ نہ تھی — چومالا قاتل غصے میں آگیا —

"اچھا، یہ بات ہے تو پھر یہ سہی۔"

اتنا کہہ کر چومالے قاتل نے تلوار ہوا میں اٹھائی کہ کالنگاہ کے سینے میں گھونپ دے — عنبر بھلا کیسے خاموش رہ سکتا تھا۔ وہ اُچھل کر چومالے قاتل کے آگے آیا — اور اپنا ہاتھ تلوار کے نیچے رکھ دیا — تلوار کا بھرپور وار عنبر کے بازو پر پڑا اور بازو کٹنے کے بجائے تلوار بازو سے ٹکرا کر ٹیڑھی ہوگئی۔ چومالے نے جلدی سے تلوار پھینک کر خنجر نکال لیا اور کالنگاہ کو چھوڑ عنبر پر حملہ کر دیا — عنبر نے کوئی حرکت نہ کی اور اُسے حملہ کرنے دیا — جب خنجر عنبر کے سینے پر آکر لگا تو اس نے چومالے قاتل کا ہاتھ پکڑ کر اسے زور سے جھٹکا دیا — قاتل کا ہاتھ کہنی سے ٹوٹ کر عنبر کے ہاتھ میں آگیا — چومالہ قاتل خوف اور درد سے زرد ہوکر پیچھے ہٹا — اس کی کہنی سے خون گر رہا تھا۔ عنبر نے آگے بڑھ کر قاتل چومالے کو گردن سے پکڑ کر ایک چکر دیا اور پھر دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر درختوں کی طرف اُچھال دیا — قاتل کی چیخ نکل گئی — اور وہ اوپر سخت زخمی حالت میں درخت کی شاخوں میں ہی اٹک گیا —

کالنگاہ نے نیچے سے ایک تیر، کمان میں جوڑا اور سَن سے چلا دیا — تیر سیدھا چومالہ قاتل کے سینے میں جا کر کھب گیا۔ اس کے بعد کالنگا نے چار تیر چلائے — چاروں قاتل کے جسم میں داخل ہوکر گڑ گئے اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کے بعد کالنگاہ نے عنبر کو سینے سے لگا لیا اور کہا:

"عنبر، آج سے تم میرے سچے بھائی ہو، اب میں تم سے کبھی نہیں پوچھوں گا کہ یہ طاقت تمہارے اندر کہاں سے آئی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ٹھیک ہے، تم مجھے ہمیشہ اپنا سچا بھائی ہی پاؤ گے۔"

عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کالنگاہ ڈاکو کو چھوڑ دے گا، کیونکہ وہ اس کے راز سے واقف ہو گیا تھا ــ دوپہر کے بعد جب سورج ڈھلنے لگا اور گرمی ذرا کم ہوتی تو عنبر کالنگاہ کو ڈیرے پر سوتا چھوڑ کر ندی کے ساتھ ساتھ جنگل میں روانہ ہو گیا ــ

اب وہ ناگ کی تلاش میں تھا ــ وہ ہر قیمت پر ناگ کو اپنی اصلی حالت میں لانا چاہتا تھا ــ اسے معلوم تھا کہ اسی جنگل میں ناگ شیر کے روپ میں گھوم رہا ہے ــ ندی آگے جا کر جنگل میں ایک طرف گھوم گئی۔ عنبر یہاں رُک کر ہوا میں ناگ کی بُو سونگھنے کی کوشش کرنے لگا ــ اسے ایک طرف جھاڑیوں میں سے ناگ کی بو محسوس ہوئی ــ وہ جھاڑیوں کے پاس آ کر رُک گیا ــ اس نے آگے بڑھ کر ایک دم سے جھاڑیاں پرے ہٹا دیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ناگ تو کہیں بھی نہیں تھا ــ اس

کی جگہ ایک سفید سانپ جس کے سر پر تاج تھا ــ کنڈلی مارے بیٹھا جھوم رہا تھا۔ عنبر نے آنکھیں بند کر کے پوری توجہ کے ساتھ سفید سانپ کو اپنی طرف متوجہ کیا ــ وہ جانتا تھا کہ یہ سانپوں کا بادشاہ سانپ ہے اور ناگ کے سلسلے میں اس کی مدد کر سکتا ہے ــ عنبر نے لہروں کی زبان میں سفید سانپ سے کہا:

"ناگ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو؟"

سفید سانپ نے اپنے دماغ سے ہلکی ہلکی لہریں خارج کیں جو عنبر کے دماغ میں آ کر لفظ بن گئیں ــ سفید سانپ کہہ رہا تھا:

"ناگ عظیم دیوتا ہے ــ اسے ایک جوگی جادوگر گورو دیو نے ترشول میں قید کر دیا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"وہ جوگی اس وقت کہاں ہے؟"

"ہمالیہ کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہے۔"

"کیا تم ترشول کو توڑ سکتے ہو؟"

"نہیں یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"کیا تم مجھے جوگی گورو دیو کے پاس پہنچا سکتے ہو؟"

"نہیں، یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟"

سفید سانپ بولا:

"میں تمہیں جادو کا ترشول لا کر دے سکتا ہوں۔"

"جلدی سے لا دو۔ میں ناگ کو اپنے قابو میں کر کے رکھوں گا اور اس کا علاج بھی کروں گا۔"

سفید سانپ ایک دم سے غائب ہو گیا — تھوڑی دیر بعد وہی چمکیلی ترشول عنبر کے آگے آن کر گری — عنبر نے ترشول اُٹھا لی — عنبر نے ترشول کو اُٹھا کر غور سے دیکھا اور پھر اُسے کہا:

"اے جادو کی ترشول، تیرے اندر جو ناگ قید ہے، اُسے میرے سامنے انسانی شکل میں لا۔"

ترشول عنبر کے ہاتھوں میں کانپنے لگی، پھر اس میں سے چنگاریاں پھوٹ پڑیں — اس کے ساتھ ہی جنگل میں شیر کی گرج سنائی دی — عنبر نے جنگل کے درختوں کی طرف دیکھا۔ ایک سیکنڈ کے بعد ناگ انسانی شکل میں عنبر کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور وہ عنبر کو بالکل نہیں پہچان رہا تھا۔ ناگ نے بھاری آواز میں کہا:

"تم مجھ سے کیا مدد چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"بس میرے ساتھ ساتھ رہو۔"

ناگ نے کہا:

"نہیں، میں ایسا نہیں کر سکتا — مجھے کوئی کام نہیں بتاؤ گے تو میں واپس اپنی دنیا میں چلا جاؤں گا۔"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ وہ اُسے کیا کام بتائے؟ آخر اس نے سوچ کر کہا:

"پھر تم واپس اس ترشول میں آ جاؤ۔"

ناگ ایک دم سے غائب ہو گیا — اس کے غائب ہوتے ہی ترشول ایک بار زور سے کانپی اور پھر ساکت ہو گئی۔ عنبر نے ترشول کو اپنے چغے کے اندر چھپا لیا اور جنگل میں ندی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا — وہ جنگل سے باہر نکلنا چاہتا تھا — کم از کم ناگ اس کے پاس ضرور آ گیا تھا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بُرج کی رُوح

دوپہر کو جنگل ختم ہو گیا —

عنبر کے سامنے ایک اونچا نیچا میدان پھیلا تھا جس میں سے ایک کچا بیل گاڑی کا راستہ شمال کی طرف جاتا تھا۔ عنبر اُس راستے پر چل پڑا — شام تک وہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے ہندوستان میں اتنی آبادی نہیں تھی — کہیں کہیں گاؤں آتا تھا، جہاں چند دیہاتی لوگ رہتے تھے — گاؤں کے مکان کچے تھے — عورتیں رات کا کھانا پکا رہی تھیں — عنبر گاؤں کے باہر ایک کنوئیں پر جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔ ان کی زبان ہندی تھی مگر فارسی اور ترکی زبان کے لفظ بھی بہت بولتی تھیں — عنبر سمجھ گیا، کہ وہ دہلی کے قریب قریب آ گیا ہے۔ ایک عورت سے اس نے بات کرنے کے لیے کہا۔

"بہن تھوڑا پانی پلا دو"

عورت نے گاگر میں سے عنبر کو پانی پلایا اور پوچھا:

"مسافر لگتے ہو — کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"دُور سے آ رہا ہوں بہن، یہ بتاؤ کہ دہلی شہر یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

عورت نے دوسری عورتوں کی طرف دیکھا — ایک عورت بولی:

"بھیّا، دہلی شہر تو یہاں سے سو کوس ہے — کسی گاڑی بان کے ساتھ چلے چلو — کیا پیدل جاؤ گے، تمہارا گھوڑا کہاں ہے۔ تمہارے پاس تیر تلوار بھی نہیں — تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"بہن، میں ایک سیاح ہوں۔ ملک مصر سے تمہارے ملک کی سیر کرنے آیا ہوں۔"

عورتیں کھلکھلا کر ہنس پڑیں —

"لو رہی سُن لو، یہ سیر کرتا پھر رہا ہے"

عورتیں ہنستی مسکراتیں پانی کی گاگریں اٹھائے گاؤں کی طرف چل دیں — عنبر وہاں اکیلا رہ گیا — اُس کے پاس گھوڑا ضرور ہونا چاہیے تھا۔ اس طرح تو پیدل چلتے ہوئے کافی وقت لگ جائے گا — مگر وہ گھوڑا کہاں سے حاصل کرے — اُسے ترشول کا خیال آ گیا — اس نے سوچا کیوں نہ ناگ سے مدد لی جائے۔ عنبر ایک درخت کے پیچھے ہو گیا — چغے کے اندر سے ترشول

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکالی اور اُسے کہا:

"اے ترشول، مجھے ایک تیز رفتار گھوڑا چاہیے۔"

ترشول کانپی، اس میں سے چنگاریاں نکلیں اور دوسرے لمحے ایک سیاہ صحت مند گھوڑا اس کے سامنے کھڑا تھا۔ عنبر نے ترشول چغے کے اندر چھپائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر کچی سڑک پر روانہ ہو گیا۔ یہ سڑک گاؤں کے بیچ میں سے ہو کر گزرتی تھی۔ وہ گاؤں میں پہنچا تو ایک عورت نے دوسری سے کہا:

"اے ری! یہ سیر کا شوقین تو کہیں سے گھوڑا بھی چرا کر لے آیا۔"

عنبر ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

رات کا اندھیرا پھیلا تو عنبر ایک درخت کے پاس جا کر رک گیا۔ گھوڑے کو اس نے کھلا چھوڑ دیا کہ گھاس وغیرہ چرتا رہے۔ مگر اُس گھوڑے کو نہ چارے کی ضرورت تھی اور نہ پانی کی۔ وہ تو جادو کا گھوڑا تھا۔ بس اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ عنبر نے اسے درخت کے ساتھ باندھا اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ بس اسی طرح اونگھتے اونگھتے اس نے رات بسر کر لی۔ صبح اُٹھ کر کنوئیں پر منہ ہاتھ دھویا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اسی طرح تین روز چلتے رہنے کے بعد عنبر کو دُور سے دہلی شہر کی مسجدوں کے مینار دکھائی دیے۔

وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے گھوڑے کی رفتار اور تیز کر دی۔ شہر کے دروازے پر پہرے دار نے روک کر اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟

عنبر نے کہا:

"میں ملک مصر کا حکیم ہوں اور جڑی بوٹیوں کی تلاش میں ہندوستان میں گھوم پھر رہا ہوں۔"

پہرے دار نے اُسے شہر دہلی کے اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

عنبر نے بھی اب افغانوں اور ترکوں کا لباس پہن لیا تھا اور مغل لباس ترک کر دیا تھا۔ گھوڑے پر سوار شہر دہلی کے بازاروں سے گزرتا وہ سیدھا ایک کاروان سرائے میں آ گیا۔ نوکر نے اس کا گھوڑا تھام لیا اور اسے سرائے کے اصطبل میں لے گیا۔

کاروان سرائے میں کچھ دوسرے مسافر بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ ہندو جوگی بھی تھے جو ہمالیہ کے مندر کی یاترا کرنے جا رہے تھے۔ عنبر کی چارپائی گرمی کی وجہ سے چھت کے اوپر ڈال دی گئی۔ اس کے پاس ہی ایک سادھو کی چارپائی بھی بچھی ہوئی تھی۔ سادھو بڑا ہنس مکھ آدمی تھا۔ اس نے عنبر کو خوش آمدید کہا اور اپنے تھیلے سے مٹھائی نکال کر کھانے کو دی۔ اس نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر کو بتایا کہ وہ درگا ماتا کی یاترا کرنے کیلاش جی کے مندر میں جا رہا ہے۔ عنبر نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ مصر کے ملک سے ہندوستان کی سیر کرنے آیا ہے — رات کو سونے سے پہلے عنبر نے چغے کے اندر سے ترشول نکال کر سرہانے رکھا تو سادھو نے ترشول دیکھ کر کہا :

"یہ ترشول تم نے کہاں سے لیا بچے ؟"

سادھو کے پاس بھی اسی قسم کا ایک ترشول تھا۔ عنبر نے مسکرا کر کہا :

"یہ مجھے ایک راجہ نے تحفہ دیا تھا — تمہارے پاس بھی تو اسی قسم کا ترشول ہے بابا"

"ہاں بیٹا، ہم سادھوؤں کے پاس ترشول ضرور ہوا کرتے ہیں۔ اس سے ہم جنگل میں جانوروں اور درندوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں — تمہارا ترشول بہت خوب صورت ہے"

اس کے بعد سادھو سو گیا اور تھوڑی دیر بعد ہی خراٹے لینے لگا۔ عنبر چونکہ سونے کے موڈ میں تھا، اس لیے کچھ دیر بعد اسے بھی نیند آ گئی — کاروان سرائے میں رات کو خاموشی اور اندھیرا چھا گیا — جب دہلی قلعے کی نوبت نے رات کے دو بجائے تو سادھو نے آنکھیں کھول کر اپنے آس پاس دیکھا — عنبر گہری نیند سو رہا تھا۔ سادھو آہستہ سے چارپائی پر سے اٹھا۔ اس نے بڑے

آرام سے عنبر کے سرہانے سے اس کا ترشول اٹھایا اور اس کی جگہ اپنا ترشول رکھ دیا جو بالکل عنبر کے ترشول جیسا ہی لگتا تھا۔ پھر سادھو دبے پاؤں چھت پر سے اتر کر سرائے کے دوسری طرف نکل کر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

عنبر بڑی میٹھی نیند سو رہا تھا — اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب دھوپ اس کے منہ پر آ گئی تھی — عنبر خدا کو یاد کر کے کلمہ شریف پڑھتا اٹھا اور ترشول کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے اپنے چغے کے اندر رکھ لیا، پھر وہ نیچے آ گیا — غسل خانے میں جا کر اس نے غسل کیا، وضو کیا — سرائے کے پیچھے کی انار والی مسجد میں دو نفل پڑھے — آج اس کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی، جس کا اسے افسوس تھا۔

ناشتے کے بعد نئے کپڑے پہن کر عنبر شہر دہلی میں آیا اور لوگوں کے درمیان سے گزرنے لگا — وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا کہ شاید اسے کسی جگہ سے ماریا کے جسم کی خوشبو آ جائے۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، ماریا بھی دہلی میں ہی تھی۔ وہ شہر کے اندر ایک ترک امیر کی شاندار حویلی کے چھت والے برج میں رہ رہی تھی۔ اس کے ترک امیر کی بیٹی شہزادی مثینہ کو اندھے کنویں میں سے مرخ الوچے ایسا پھل لا کر دیا تھا جسے نجومی نے اُبال کر مثینہ کو پلایا اور وہ موت کے منہ میں جانے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے پہنچ گئی تھی — ترنگ امیر نجومی اور ترنگ امیر کا بیٹا اور شیخ کا بھائی اور سلطان حیران ہوئے تھے کہ ایک خط کے ساتھ اندھے فقیر کا تھیلا ان کے پاس کہاں سے آ گیا — ماریا نے اپنا آپ ان لوگوں پر ظاہر نہیں کیا تھا — وہ دن بھر شہر کے گلی کوچوں کا چکر لگا کر ناگ اور عنبر کو تلاش کرتی اور رات کو حویلی کی چھت پر آ کر لیٹ جاتی —

عنبر دہلی میں ہر روز بازاروں اور گلی کوچوں اور باغوں کی گشت کرتا — جگہ جگہ ماریا کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کرتا۔ جہاں اکیلا ہوتا وہاں اسے آہستہ سے آواز بھی دے دیتا۔ مگر ماریا ابھی تک اسے نہیں ملی تھی — ترشول اس نے سرائے کی کوٹھڑی میں ایک جگہ زمین کھود کر دبا رکھا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اصلی ترشول چوری ہو چکا تھا۔ اور وہ نقلی ترشول لیے لیے پھر رہا تھا — ناگ اس کے پاس سے رخصت ہو کر اس سادھو کے پاس جا چکا تھا جو آدھی رات کو شہر سے نکل کر دریائے جمنا کے کنارے پہنچ گیا تھا۔

دریا ساحل کی اندھیری رات میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا کوئی کشتی نہیں تھی جس پر بیٹھ کر دریا پار کیا جا سکے۔ اس سے پہلے کہ عنبر کو ترشول کی چوری کا علم ہو" وہ دریا پار کر کے دہلی کے ضلع سے باہر نکل جانا چاہتا تھا — اس نے ترشول کو آزمانا چاہا —

اسے سامنے رکھ کر کہا:

"اے جادو کے ترشول میری مدد کر اور مجھے دریا پار کرا دے۔"

ترشول میں لرزش پیدا ہوئی — چنگاریاں سی نکلیں اور ناگ انسانی شکل میں سامنے آ گیا — پہلے تو سادھو ایک سرخ آنکھوں والے عجیب چپ چاپ سے آسیبی انسان کو دیکھ کر ڈر گیا، پھر ہمت کر کے بولا:

"مجھے دریا پار کرا دو۔"

ناگ نے اسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا لیا اور دریا کی لہروں پر چلنا شروع کر دیا۔ سادھو کو خوف لگ رہا تھا کہ کہیں وہ دریا میں گر نہ جائے مگر ناگ بڑے آرام سے چل رہا تھا جیسے وہ سڑک پر چل رہا ہو۔ دریا پار جا کر اس نے سادھو کو کنارے پر اتارا اور غائب ہو گیا —

سادھو تو خوشی سے باغ باغ ہو گیا — اسے بیٹھے بٹھائے اتنا بڑا خزانہ مل گیا تھا — وہ ریاست باغپتی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس زمانے میں باغپتی نام کی ایک چھوٹی سی ریاست دہلی سے دو سو کوس دور شمال میں کوہ ہمالیہ کے دامن میں ہوا کرتی تھی۔ اس ریاست میں ایک راجہ حکومت کرتا تھا — سادھو نے سوچا کہ راجہ کے دربار میں چل کر ترشول کی کرامت دکھاتے ہیں اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انعام واکرام پاتے ہیں — وہ ریاست باغپت کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر عنبر ایک شام دلی کے بازاروں میں گھوم پھر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک حویلی کی چھت پر چراغ روشن ہے — ان دنوں شہر کی چھتوں پر کہیں کہیں مشعلیں جلا کرتی تھیں — چراغ عام طور پر مزاروں پر روشن ہوتے تھے — اس نے ایک آدمی سے پوچھا:

"کیوں بھائی، یہ کس کا مزار ہے؟"

اُس نے ہنس کر کہا:

"میاں پاگل ہو گئے ہو کیا — یہ تو امیر اسپ ارسلان بیگ طغرل کی حویلی ہے —

تو پھر اس کے بُرج میں دیا کیوں جلتا ہے — مشعل کیوں نہیں جلتی —

آدمی بولا: بھائی سُنا ہے — امیر کی حویلی میں کوئی روح گھس آئی ہے — بس اسی لیے اس کی صاحبزادی جمعرات کی جمعرات چراغ روشن کر دیتی ہے"

آدمی تو یہ کہہ کر چلا گیا — عنبر کو امید کی ہلکی سی کرن دکھائی دی — وہ اس امید کی ہلکی روشنی میں امیر اسپ ارسلان کی حویلی کی طرف آ گیا۔

شام کا وقت تھا — گھروں میں دیا بتی روشن ہو گئے تھے۔ گلیوں کے کونوں پر بھی مشعلیں روشن ہو گئی تھیں — ترک امیر کی حویلی کی ڈیوڑھی میں بھی ایک مشعل جل رہی تھی — عنبر نے دروازے پر جا کر غلام پہرے دار سے کہا۔

"کیا جناب امیر تشریف رکھتے ہیں — اگر ہیں تو انہیں کہو، کہ مصر سے ایک غلام حاضری کی اجازت چاہتا ہے"

غلام نے امیر کو جا کر اطلاع دی — وہ اس وقت اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھا بادام کا شربت پی رہا تھا اور پائیں باغ میں فوارہ چل رہا تھا اور درختوں میں فانوس روشن تھے — اُس نے غلام کی طرف دیکھ کر کہا:

"اسے مہمان خانے میں بٹھاؤ — ہم ابھی آتے ہیں"

پھر اپنی بیٹی کی طرف پلٹ کر دیکھا اور اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ مصر کے ملک سے کون آ گیا ہے، کہیں مصر کے شاہ نے کوئی خاص پیغام نہ بھجوایا ہو"

مہمان خانے میں امیر داخل ہوا تو سامنے سانولے رنگ کا گھنگھریالے بالوں والا ایک عام لباس والا نوجوان بیٹھا تھا۔ عنبر نے ادب سے اٹھ کر سلام کیا — امیر نے ہاتھ کے اشارے سے دیوان پر بیٹھنے کو کہا — غلام اس دوران میں عنبر کو شربت دے گیا تھا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترک امیر نے پوچھا :

"کہو میاں، تم مصر سے ہمارے لیے کس کا پیغام لائے ہو؟"

اس عرصے میں عنبر نے اس حویلی میں ماریا کی خوشبو کو سونگھ لیا تھا اور اس کا چہرہ امید کی کرن سے روشن ہو گیا تھا۔ اس نے کہا :

"جناب امیر، میں مصر سے سیاحت کرتا ہندوستان میں آیا ہوں — الحمدللہ مسلمان ہوں — کچھ دیر اس شہر دلی کی سیاحت کرنا چاہتا ہوں — اگر آپ مجھے اپنی سفارش سے کوئی کام دلوا دیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔"

ترک امیر نے کہا :

"تم کیا کام کر سکتے ہو؟"

عنبر بولا :

"جناب عالی، میں پتھر ڈھونے سے لے کر جڑی بوٹیوں کی دوائیاں بنانے تک کا کام کر سکتا ہوں۔"

ترک امیر ہنس دیا :

"میاں بڑے خوش مذاق نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ اچھا، ہم ایسا کرتے ہیں کہ شاہی محل میں حاکم سے سفارش کر کے تمہیں تمہیں کسی کام پر لگوائے دیتے ہیں۔ تم کل ہمیں ملنا۔"

ترک امیر اٹھ کھڑا ہوا — عنبر تو اس حویلی میں رہ کر ماریا

کا سراغ لگانا چاہتا تھا — اس نے کہا :

"جناب عالی، رات سر پر آئی ہے — اس شہر میں میرا کوئی جاننے والا نہیں — اگر آپ اجازت دیں تو بندہ اس حویلی میں کسی جگہ رات بسر کر لے گا۔"

ترک امیر نے غلام سے کہا :

"ہمارے مہمان کو مہمان خانے پہنچا دو — وہاں بستر لگوا دو۔ اور کھانا ہمارا مہمان رات کو ہمارے ساتھ کھائے گا۔"

ترک امیر عنبر سے ہاتھ ملا کر اوپر آ گیا — غلام نے عنبر کو حویلی کے مہمان خانے میں پہنچا دیا جو حویلی کے کونے پر تھا اور جس کا الگ راستہ گلی میں نکلتا تھا — عنبر نے ہوا میں سونگھا — ماریا کی خوشبو اب بھی آ رہی تھی — ماریا اس وقت محل کی چھت پر اپنے برج میں بیٹھی شہر دلی کے گھروں میں چراغوں کی روشنی کی بہار دیکھ رہی تھی کہ اچانک اسے عنبر کی خوشبو محسوس ہوئی — وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے چاروں طرف منہ کر کے بار بار سانس لیا — خوشبو حویلی کے نیچے سے آ رہی تھی۔ وہ چھت کی سیڑھیاں اتر کر حویلی کی دوسری منزل میں آ گئی — اس وقت ترک امیر نیچے باغ میں اپنی بیٹی کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا — ماریا نے اوپر جھروکے میں سے نیچے جھانک کر دیکھا۔ باغ میں فانوس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

روشن تھے — اور موتیے کے پھولوں کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی — اس خوشبو نے عنبر کی خوشبو کو ماریا سے دُور کر دیا، پھر بھی وہ نا امید نہیں ہوئی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ عنبر حویلی کے آس پاس کہیں منڈلا رہا ہے۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سادھو، ناگ اور جلّاد

ماریا دوسری منزل کی سیڑھیوں کے پاس آئی تو اسے عنبر کی خوشبو نیچے سے آتی محسوس ہوئی۔ وہ بے دھڑک سیڑھیاں اُترنے لگی — اتفاق سے ایک خواجہ سرا طشت میں کچھ پھل رکھے اوپر چلا آرہا تھا، کیونکہ ترک امیر کے کمرہ خاص میں رات کا کھانا لگایا جا رہا تھا۔ جب وہ خواجہ سرا ماریا کے قریب سے گزرا تو ماریا کو شرارت سوجھی — اس نے خواجہ سرا کے طشت میں سے دو بڑے انار اٹھا لیے — خواجہ سرا نے جو دو اناروں کو طشت میں سے اپنے آپ اُٹھ کر ہوا میں ٹکتے دیکھا تو چیخ ماری۔ طشت اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر سیڑھیوں میں گر پڑا اور وہ نیچے کو بھاگ گیا —

ماریا نے دونوں انار وہیں رکھ دیے اور سیڑھیاں اُتر کر جس طرف سے عنبر کی خوشبو آرہی تھی، اس طرف چلی —

یہ خوشبو پہلی منزل کے مہمان خانے سے آرہی تھی۔ وہ مہمان خانے کے دروازے پر آگئی — دوسری طرف عنبر بھی پلنگ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے اُٹھ بیٹھا۔ اسے ماریا کی بڑی تیز خوشبو آئی تھی۔ اس نے آواز دی:

"ماریا کیا تم آگئی ہو؟"

ماریا نے عنبر کی آواز سُن لی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی اور کہا:

"ہاں عنبر، یہ میں ہوں — دروازہ کھولو۔ اگر نہیں تو میں بند دروازے میں سے نکل کر آرہی ہوں۔"

ماریا بند دروازے میں سے گزر کر مہمان خانے میں آگئی۔ عنبر ماریا کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ مگر جب ماریا نے عنبر کا ہاتھ پکڑا تو عنبر نے اس کا ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا۔ ماریا بھی عنبر کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہوگئی۔

عنبر بولا:

"اے اللہ، تیرا شکر ہے کہ میری بہن مجھے پھر سے مل گئی۔"

ماریا نے چھوٹتے ہی پوچھا:

"باقی باتیں تو پھر ہوں گی۔ یہ بتاؤ کہ ناگ کہاں ہے؟ وہ تو تمہارے ساتھ ہی تھا!"

عنبر نے آہ بھر کر کہا:

"پیاری بہن ماریا، یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ ناگ اس وقت میرے پاس ضرور ہے، مگر وہ پہلے والا ناگ نہیں ہے۔ اس پر

جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ اُسے کسی زبردست ہندو جادوگر نے ترشول میں قید کر دیا ہے۔"

ماریا نے پوچھا:

"وہ ترشول کہاں ہے؟"

"میرے پاس سرائے میں ہے۔ آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔"

ماریا عنبر کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی۔ ڈیوڑھی میں غلام پہرہ دے رہا تھا۔ عنبر نے غلام سے کہا کہ وہ ذرا ایک کام سے باہر جا رہا ہے۔ جناب امیر سے کہنا کہ میں کھانے پر حاضر ہو جاؤں گا۔

عنبر ماریا کو لے کر سیدھا سرائے میں آگیا۔ اپنی کوٹھڑی میں پہنچ کر عنبر نے کونے کی زمین کھودی اور ترشول باہر نکال کر ماریا کو دکھایا:

"یہ ہے وہ جادو کا ترشول، جس کے اندر ناگ قید کر دیا گیا ہے۔"

ماریا نے ترشول کو دیکھ کر کہا:

"یہ کیا غضب ہو گیا عنبر! اب ناگ کو اس میں سے کس طرح سے نجات دلائیں؟"

عنبر نے کہا:

"یہی سوچ سوچ کر تو میں پریشان رہتا تھا۔ اچھا ہوا، تمہاری فکر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مجھے لگی تھی، دوسرے ناگ کی پریشانی تھی — میں تو ہر وقت کھویا کھویا سا رہنے لگا تھا۔"

ماریا نے پوچھا:

"کیا تم نے ناگ کو اس ترشول سے باہر آتے دیکھا ہے؟"

عنبر بولا:

"صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ماریا نے تعجب سے پوچھا۔

عنبر نے کہا:

"مطلب یہ کہ جادو کے اثر کی وجہ سے ناگ کا دماغ ایک جگہ پر آ کر رُک گیا ہے — اب وہ دوست دشمن کو بالکل نہیں پہچانتا — جس کے پاس یہ ترشول ہوگا، وہ اسی کا غلام ہوگا — اور اس کے کہنے پر عمل کرے گا: چنانچہ جس آدمی کے پاس پہلے یہ ترشول تھا — اس کے حکم سے ناگ مجھے ہلاک کرنے سانپ بن کر آ گیا —"

ماریا نے تعجب سے پوچھا:

"کیا اُسے معلوم نہیں تھا کہ تم مر نہیں سکتے؟"

"یہی تو میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ اس کا دماغ ایک جگہ رُک گیا ہے — اسے کچھ یاد نہیں رہا کہ وہ کون ہے۔ اس کے دوست کون ہیں اور وہ کیا کر رہا ہے۔ ترشول کا مالک اُسے

جو کہتا ہے وہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟" ماریا نے پوچھا۔

پھر ناگ سانپ بن کر آ گیا — میں نے اسے بہت کہا کہ میں عنبر ہوں، اس کا بھائی ہوں — اس کا پرانا دوست ہوں مگر اس پر جیسے کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا — اُس نے دو بار مجھے ڈس دیا۔ میں نے اسے قابو میں کرنا چاہا تو وہ شیر بن کر مجھ پر لپکا۔"

"میرے خدا!" ماریا کے منہ سے نکل گیا۔

عنبر نے کہا:

"پھر اس نے مجھے ہلاک کرنے کی بہت کوشش کی مگر میں اس سے مقابلہ کرتا رہا آخر تھک کر وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا —

ماریا بڑے غور سے عنبر کی باتیں سُن رہی تھی — اس کے بعد جو واقعات پیش آئے، عنبر نے ماریا کو پورے کے پورے سُنا دیے کہ کس طرح پھر ترشول اُس کے قابو میں آ گئی اور اس نے ناگ کو بُلا کر اپنے ساتھ انسانی شکل میں رکھنے کی کوشش کی — مگر ناگ نے کہا کہ اُسے کوئی کام بتایا جائے اگر کام نہیں ہے تو وہ چلا جائے گا۔

"اب ناگ اس ترشول کے اندر قید ہے اور میں اس ترشول کو سنبھال کر رکھے ہوئے ہوں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا نے ترشول کو لے کر کہا :

" عنبر، ناگ کو بلاؤ "

عنبر نے کہا :

" میری بہن، ناگ کو بلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے — ہمیں تو زلالہ کی روح کو بلانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس سے ترشول کے جادو کا کوئی توڑ حاصل کیا جا سکے "

ماریا نے کہا :

" تم ذرا ناگ کو بلاؤ تو سہی — میں اس کو ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں — آخر وہ میرا بھائی ہے — ہو سکتا ہے مجھے پہچان لے، اور اس پر جادو کا اثر ختم ہو جائے "

عنبر مسکرایا :

" خیر، یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہیں پہچان لے : بہرحال تم کہتی ہو تو میں ناگ کو حاضر کیے دیتا ہوں "

عنبر نے ترشول کو سامنے پلنگ پر رکھ دیا اور اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا :

" اے جادو کے ترشول، ناگ کو انسانی شکل میں حاضر کر "

ترشول پر کوئی اثر نہ ہوا — اثر کیا ہوتا، وہ تو نقلی ترشول تھا — اصلی ترشول تو وہ سادھو اپنے ساتھ لے کر کوہ ہمالا کی ریاست باغپت کی طرف روانہ ہو چکا تھا — عنبر نے دوسری بار پھر

کہا :

" اے جادو کے ترشول، ناگ کو حاضر کر دے — اے ناگ ہماری مدد کر "

ترشول پر پھر کوئی اثر نہیں ہوا، نہ اس میں لرزش پیدا ہوئی، نہ وہ اپنی جگہ سے ہلی اور نہ اس کے اندر سے کوئی چنگاری نکلی — ماریا نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا :

" کیا اس کا جادو ختم ہو گیا ہے ؟ "

" کچھ سمجھ میں نہیں آتا "

عنبر بار بار ترشول کو مدد کے لیے پکارنے لگا — اس نے کئی بار ناگ کو آواز دی کہ ہماری مدد کرو، ہماری مدد کرو — اے جادو کے ترشول ہماری مدد کرو — مگر ترشول ویسے کا ویسا پلنگ پر پڑا رہا — کچھ نہ ہوا — اب تو عنبر بھی پریشان ہو گیا — اس نے ترشول اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھا — مشعل کی روشنی میں لایا — کئی بار ترشول کو غور سے دیکھا — اچانک اس کی نظر ترشول کے دستے پر پڑی — اس ترشول کے دستے میں نیچے دو کیل ٹھکے تھے جو اس کے جادو کے ترشول میں نہیں تھے — غور سے دیکھا تو اس ترشول کا رنگ بھی کچھ پھیکا تھا — عنبر نے سر پکڑ لیا۔

ماریا نے پوچھا :

" کیا ہوا ؟ "

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا :

" یہ وہ ترشول نہیں ہے — ہمارا ترشول بدل دیا گیا ہے "

"کس نے بدلا ہے ؟ کیا تمہیں کچھ یاد ہے ؟" ماریا نے پوچھا

عنبر کو اب وہ سادھو یاد آ گیا تھا جس نے اُس کے ترشول کی تعریف کی تھی ۔ اس نے کہا :

" ایک سادھو اس سرائے میں آ کر ٹھہرا تھا — اسی نے میرا ترشول اپنے ترشول سے بدل لیا ہے "

" اب اسے کہاں تلاش کریں ؟"

عنبر بولا :

" یہ کل صبح فیصلہ کریں گے — یہاں جتنے سادھو آتے ہیں وہ ہمالیہ کے پہاڑوں کی طرف جاتے ہیں ۔ وہ بھی کہہ رہا تھا کہ اُسے درگا دیوی کی یاترا کو ہمالیہ کے پہاڑوں میں جانا ہے ۔ ہم درگا دیوی کے مندر کو ہی جائیں گے "

ماریا نے کہا :

" اب تمہیں ترک امیر کے ہاں کھانے پر چلنا چاہیے — وہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے ۔ بڑے وضع دار عزت والے لوگ ہیں — آؤ چلتے ہیں "

ماریا نے عنبر کو ساتھ لیا اور حویلی میں واپس آ گئی ۔ کھانے پر عنبر کا انتظار ہو رہا تھا ۔

امیہ نے پوچھا :

" بھئی آپ کدھر چلے گئے تھے — ہم تو پریشان ہو رہے تھے "

عنبر نے مسکرا کر بتایا کہ دہلی میں ایک مزار ہے ۔ وہ وہاں ذرا فاتحہ پڑھنے چلا گیا تھا —

ترک امیر خاموش رہا — کھانا کھانے کے بعد عنبر نے بات چھیڑ دی کہ آپ کی حویلی میں کوئی روح بھی رہتی ہے ۔ ترک امیر نے جواب میں کہا :

" ہاں ، کہتے ہیں کہ ہماری حویلی میں کوئی روح بھی رہتی ہے ، خدا ہی بہتر جانتا ہے "

ترک امیر ماریا کے بارے میں عنبر کو بتانا نہیں چاہتا تھا ۔ عنبر بھی خاموش ہو گیا — وہاں نجومی بھی بیٹھا ہوا تھا — عنبر نے یونہی مذاق سے کہا کہ محترم بزرگ میرا زائچہ تو بنائیے ۔ ترک امیر نے بھی سفارش کر دی "

" ہاں بھائی ، اس برخوردار کا زائچہ بنا کر بتاؤ ۔ اس کا سفر کیسا رہے گا "

بوڑھے نجومی نے اسی وقت سلیٹ پر لکیریں ڈال کر عنبر کا زائچہ بنا دیا اور ستاروں کی چال دیکھ کر حساب کرنے لگا ۔ اچانک وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا — پھر کبھی زائچے کو دیکھتا اور کبھی عنبر کو دیکھنے لگتا — پھر کہتا :

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یقین نہیں آتا — ایسے کیسے ہو سکتا ہے، مگر میرا حساب کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔"

ترک امیر نے تعجب سے پوچھا:

"تمہارا حساب کیا کہتا ہے، کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے؟"

نجومی سلیٹ کی لکیروں کو دیکھ کر کہنے لگا:

"میرا حساب کہتا ہے کہ یہ لڑکا پانچ ہزار برس سے زندہ ہے۔"

ترک امیر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو بھائی، بھلا کوئی انسان پانچ ہزار سال تک زندہ رہ سکتا ہے؟ آج ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارا حساب بھی غلط ہو جاتا ہے۔"

نجومی نے کہا:

"امیر، میں جھوٹ بول سکتا ہوں، مگر میرا حساب کبھی جھوٹ نہیں بولتا — ستارے کہہ رہے ہیں کہ یہ لڑکا آج سے پانچ ہزار پہلے مصر کے ایک حکیم کے گھر پیدا ہوا اور پھر اس کی پرورش فرعون کے محل میں ہوئی۔"

عنبر مسکرا رہا تھا — ترک امیر نے ہنس کر کہا:

"بس بس بھائی نجومی — اب تم جا کر آرام کرو۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

نجومی سلام کر کے چلا گیا — مگر وہ دروازے تک پلٹ پلٹ کر عنبر کو دیکھتا گیا — ترک امیر نے ہنستے ہوئے کہا:

"میاں، یہ نجومی ہمارا پرانا دوست ہے — آج یہ بھی پاگل ہو گیا ہے — بھلا تم پانچ ہزار سال تک زندہ رہ سکتے ہو؟"

عنبر نے آہستہ سے سر ہلا کر کہا:

"ہاں رہ سکتا ہوں — بلکہ میں پانچ ہزار سال سے زندہ ہوں۔"

ترک امیر ایک دم چپ ہو گیا:

"کیا؟ کیا تمہارے دماغ پر بھی نجومی کا اثر ہو گیا ہے؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"نہیں نہیں جناب امیر، میں تو آپ سے مذاق کر رہا تھا۔ پانچ ہزار سال تک دنیا کا کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"میں تو میں بھی کہہ رہا تھا — اچھا میاں، اب تم بھی جا کر آرام کرو۔ رات گہری ہو رہی ہے۔"

ماریا وہیں موجود تھی — امیر اُٹھنے لگا تو ماریا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا — دروازہ اپنے آپ کھلنے پر امیر نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا —

عنبر نے کہا:

"یہ وہی حویلی کی روح لگتی ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امیر سر ہلا کر چلا گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ روح ہی کی کارستانی ہے۔

دوسرے روز ماریا اور عنبر اپنے مشکل سفر پر ہمالیہ کے برفانی پہاڑوں کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ ماریا نے کہا کہ وہ ثمینہ کو کوئی تحفہ دینا چاہتی ہے۔ عنبر نے کہا کہ اگر ناگ ہوتا تو وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے کسی خزانے سے ہیرے موتی لاکر دے دیتا۔ ماریا نے کہا کہ وہ شاہ باغ سے پھول توڑ کر لاتی ہے۔

ماریا وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں گلاب کے سرخ پھول تھے جو عنبر کو بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ عنبر ڈیوڑھی میں کھڑا تھا۔ ماریا دوسری منزل میں ثمینہ کے پاس گئی۔ وہ اکیلی بستر پر لیٹی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ ماریا نے گلاب کے سرخ پھول اس کی جھولی میں ڈال دیے۔ شہزادی ثمینہ ایک دم سے چونک اٹھی:

"یہ۔ کون۔ کون ہے؟"

اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ماریا نے پہلی بار اس کے آگے زبان کھولی اور بڑے میٹھے لہجے میں کہا:

"یہ تمہاری بہن کی طرف سے تحفہ ہے۔"

اب تو ثمینہ اور زیادہ چونکی۔ اور گھبرا کر پلنگ کے دائیں بائیں تکنے لگی۔

ماریا نے کہا:

"گھبراؤ نہیں ثمینہ، میں تمہاری سہیلی ہوں۔"

ثمینہ نے پوچھا:

"کیا تم برج کی روح ہو؟"

ماریا ہنس دی:

"ہاں، تم یہی سمجھ لو۔"

ثمینہ نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے بیماری میں اس کی مدد کی۔

ماریا نے کہا:

"خداوند نے تمہاری مدد کا مجھے حکم دیا تھا۔ اچھا، اب میں جا رہی ہوں۔ میرا بھائی جس کی مجھے تلاش تھی آ گیا ہے۔"

ثمینہ نے کہا:

"تمہارا بھائی کون ہے، کہاں ہے؟"

ماریا نے کہا:

"عنبر، جو آج ہی تمہاری حویلی میں مہمان ٹھہرا ہے۔"

ثمینہ بولی:

"پیاری سہیلی، تم نہ جاتیں تو اچھا تھا۔ تم مجھے بہت یاد آؤ گی۔ کیا تم رک نہیں سکتیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریہ نے کہا :

"نہیں ثمینہ، میرا جانا بہت ضروری ہے۔ خداوند کی مرضی ہوئی تو واپسی پر ضرور ملوں گی۔"

ثمینہ نے کہا :

"میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

اس کا کوئی جواب نہ آیا، کیونکہ ماریا جا چکی تھی۔ ڈیوڑھی میں عنبر ماریا کا انتظار کر رہا تھا — ماریا نے اس کے قریب جا کر کہا :

"چلو۔"

دونوں ترک امیر کی حویلی سے نکل آئے — ساڑھے چار سو سال پہلے کا دلّی کا شہر اداس اداس اور بے رونق سا تھا — سڑکیں کچی تھیں — صرف قلعے کو جانے والی سڑک پر پتھروں کی بڑی بڑی سلیں رکھی ہوئی تھیں — گلیاں تنگ و تاریک تھیں۔ عنبر نے ماریا سے کہا کہ انہیں دو گھوڑے خریدنے ہوں گے، کیونکہ وہ پیدل یہ سفر نہیں طے کر سکتے۔

عنبر کے پاس سونے کے ٹکڑے موجود تھے۔ اس نے ایک سرائے میں جا کر دو گھوڑے خریدے — ان پر ساز باندھا اور خدا کا نام لے کر دونوں بہن بھائی گھوڑوں پر سوار ہو گئے ... انہوں نے گھوڑوں کا رُخ دریائے جمنا کے پل کی طرف کر دیا —

وہ دریا پار کر کے شمال کے جنگلوں سے گزر کر ہمالیہ کے پہاڑوں میں درگا مندر کی طرف جانا چاہتے تھے۔

اب ہم اس مکار سادھو کی خبر لیتے ہیں جس نے جادو کا ترشول عنبر کے بستر پر سے چُرا لیا تھا اور اس کی جگہ اپنا ترشول رکھ دیا تھا — یہ چالاک سادھو باغپت کے راجہ کے محل تک جنگل کے سارے راستوں کو جانتا تھا — وہ مارو مار کرتا راجہ کی ریاست میں پہنچ گیا۔

راجہ کو خبر پہنچائی کہ ایک غریب سادھو راجہ سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے لیے ایک تحفہ لایا ہے — راجہ نے مکار سادھو کو اپنے کمرۂ خاص میں بلوا لیا — اس کے ساتھ راجہ کا چالاک مصاحب یعنی وزیر بھی تھا۔ سادھو نے راجہ کے پاس آتے ہی ادب سے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

راجہ نے پوچھا :

"تم کون ہو؟ اور ہمارے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟"

سادھو نے کہا :

"مہاراج، میں یہ جادو کا ترشول آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

راجہ نے پوچھا :

"اس ترشول میں کون سی خاص بات ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سادھو نے کہا:

"ابھی دکھاتا ہوں مہاراج!"

سادھو نے ترشول سامنے رکھا اور کہا:

"اے جادو کے ترشول، مجھے زمین سے اٹھا کر چھت کے ساتھ لگا اور پھر فرش پر لے آ۔"

ترشول کانپی — اس میں چنگاریاں نکلیں اور پھر ناگ کالے موٹے سانپ کی شکل میں سامنے آ گیا — راجہ اور وزیر تو سہم کر پرے پرے ہٹ گئے — سانپ نے گردن آگے کر کے سادھو کو اپنے سر کے اوپر بٹھایا اور پھر آہستہ آہستہ اوپر اٹھا کر چھت تک لے گیا — چھت کے ساتھ لگا کر وہ آہستہ آہستہ پھر اسے نیچے فرش پر لے آیا — راجہ کی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ سادھو نے سانپ سے کہا:

"اے ترشول کے سانپ، ہمارے راجہ کے لیے قیمتی موتی تحفے میں لا کر پیش کر۔"

سانپ نے اپنی تھوتھنی کو زور سے ہلایا — اس کے منہ سے دو بڑے ہی قیمتی سرخ موتی نکل کر راجہ کے آگے قالین پر جا گرے۔ اس کے بعد سانپ غائب ہو گیا —

سادھو نے جھک کر کہا:

"اے راجہ، ان موتیوں کو قبول فرما — یہ ہے وہ ترشول جو

میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لایا ہوں۔"

راجہ بڑا خوش ہوا — وہ اس جادو کے ترشول سے اپنے سارے دشمنوں کو مار کر ان کے قلعوں پر قبضہ کر سکتا تھا — وہ بہت بڑا مہاراجہ بن سکتا تھا — اس نے وزیر سے آہستہ آہستہ مشورہ کیا کہ اس سادھو کو کیا پیش کیا جائے۔

چالاک وزیر نے کہا:

"اس سے پوچھ لیں۔"

راجہ نے سادھو سے پوچھا کہ وہ اس ترشول کے عوض کتنی رقم وصول کرے گا؟

سادھو بولا:

"مہاراج، اگر آپ اپنی چھوٹی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دیں، تو میں یہ ترشول آپ کو دے دوں گا۔"

پہلے تو راجہ کو سخت غصہ آیا کہ اس کمینے کی یہ مجال کہ اس کی بیٹی کا رشتہ مانگے — لیکن جادو کے ترشول میں اتنی کشش تھی کہ وہ خاموش رہا — وزیر سے مشورہ کیا تو اس نے کہا:

"آپ شادی کی ہامی بھر کر ترشول لے لیں۔ بعد میں ہم مکر جائیں گے —"

راجہ بڑا خوش ہوا اور بولا:

"ہم تمہاری یہ شرط منظور کرتے ہیں — اب یہ ترشول ہمیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دے دو"

سادھو ترشول پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہنسا اور بولا:

"راجہ، میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں — پہلے آپ میری شادی اپنی چھوٹی بیٹی سے کریں — جب میری شادی کو دو دن گزر جائیں گے تو پھر میں یہ جادو کا ترشول آپ کے حوالے کر دوں گا"

راجہ بڑی مشکل میں پھنس گیا۔ وزیر نے راجہ کے کان میں کہا:

"ہاں کر دیں، میں سارا بندوبست کر دوں گا"

راجہ نے ہاں کر دی —

اسی وقت شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں — سادھو ترشول کو ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا — کسی وقت بھی اسے اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا —

شام کو مہندی کی رسم ادا ہوئی — دوسرے دن صبح صبح بیاہ ہونا طے پا گیا — کیونکہ راجاؤں کے ہاں اکثر بیاہ سورج چڑھتے وقت ہوتا تھا —

رات کو سادھو کے لیے محل میں خاص جگہ بنائی گئی تاکہ وہ آرام کر سکے، لیکن وہ جانتا تھا کہ راجہ کے آدمی اسے مار کر ترشول چھیننے کی کوشش کریں گے — وہ یہ کہہ کر پہاڑیوں میں نکل گیا کہ وہ صبح ہونے پر محل میں آ جائے گا —

مگر مکار وزیر بھی کچی گولیاں نہیں کھیلا تھا — اس نے ریاست کے دو ہٹے کٹے جلاد اس کے پیچھے لگا دیے تھے — سادھو محل سے نکل کر ایک ندی میں اتر گیا — اسے تیر کر پار کیا، پھر دوسرے کنارے پر جا کر جنگل میں گھس گیا اور تنگ و تاریک راستوں سے گزر کر پہاڑ کی چڑھائی چڑھنے لگا — دونوں خونی جلاد اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے — سادھو پہاڑی کے اوپر پہنچ کر ایک جگہ رک گیا اور سانس لینے لگا — ترشول اس نے اپنے سینے کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔

شام کے سائے اترنے لگے تھے — ہلکا ہلکا اندھیرا چھا رہا تھا۔ سادھو نے سوچا کہ اسی جگہ پر آرام کرنا چاہیے؛ چنانچہ وہ زمین صاف کر کے بیٹھ گیا اور سونے کی تیاری کرنے لگا۔ ابھی اس نے اپنے گلے کی بھاری منکوں کی مالا اتار کر ایک طرف رکھی ہی تھی کہ پیچھے سے تلوار کا ایک بھرپور وار اس کی گردن پر پڑا اور اس کا سر تن سے جدا ہو کر لڑھکتا ہوا پہاڑی کے نیچے گہری گھاٹی میں جا گرا۔ دونوں جلادوں نے آگے بڑھ کر سادھو کی لاش کو ٹھوکر مار کر دوسری طرف گرایا اور جادو کا ترشول اٹھا کر واپس راجہ کے محل کی طرف روانہ ہو گئے۔

راجہ کو جا کر ترشول دیا اور بتایا کہ انہوں نے سادھو کو قتل کر دیا ہے — راجہ نے جلادوں کو انعام دیا اور جادو کے ترشول

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو صندوق میں بند کر دیا۔ آدھی رات کو اس نے ترشول کو نکالنا چاہا۔ اسے باہر نکال کر کہا:

"اے جادو کے ترشول ہمیں آسمان کی سیر کرا۔"

لیکن ترشول پر کوئی اثر نہ ہوا۔ راجہ نے تین چار بار اپنا سوال دہرایا، مگر ترشول اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ راجہ نے وزیر کو بُلوا لیا اور سارا حال سُنایا کہ ترشول کا جادو ختم ہو گیا ہے۔ دونوں بڑے پریشان ہوئے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ ایسا کیوں ہوا؟

ترشول کا جادو کہاں غائب ہو گیا؟

- ترشول کا جادو کیسے ٹوٹ گیا؟
- ناگ کہاں چلا گیا تھا؟
- ماریا اور عنبر کی ناگ سے ملاقات کن حالات میں ہوئی؟
- کیا ناگ اصلی حالت میں واپس آ گیا تھا؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو 'عنبر ناگ ماریا' کی اگلی قسط نمبر ۲۳ میں ملیں گے۔ جس کا نام ہے: "لاش کی چیخ" آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں۔

اے حمید

[illegible]ت کے تعاقب کی واپسی — آپ کے جانے پہچانے سلسلے

عنبر، ناگ، ماریا

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی [illegible] تان

۱- لاش سے ملاقات	-/۴	۲- جہاز ڈوب گیا	-/۴
۳- سمندر کی چڑیل	〃	۴- پُراسرار غار کی مورتی	〃
۵- ناگ لندن میں	〃	۶- تابوت میں سانپ	〃
۷- موت کا دریا	〃	۸- سانپ کا انتقام	〃
۹- سانپ کی آواز	〃	۱۰- ناگ کا قتل	〃
۱۱- شاہ بلوط کا خزانہ	〃	۱۲- پتھر کا ہاتھ	〃
۱۳- طوفانی سمندر کا بھوت	〃	۱۴- ڈائنا سورس کا جزیرہ	〃
۱۵- سیاہ پوش سایہ	〃	۱۶- انسانی بلی	〃
۱۷- سانپوں کا جنگل	〃	۱۸- ماریا اور بن مانس	〃
۱۹- قبر نما انسان	〃	۲۰- لکشمی دیوی کا انتقام	〃
۲۱- جادوئی ترشول	〃	۲۲- ناگ، عنبر مقابلہ	〃
۲۳- لاش کی چیخ	〃	۲۴- آسیب کی رات	〃

آج ہی اپنے قریبی بُک سٹال/ہاکر یا براہِ راست ہم سے طلب فرمائیے!

نیا مکتبہ اقرأ، ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مصنف : اے۔ حمید

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

۶۵۔ نیلی قبر کا خفیہ راستہ
۶۶۔ عنبر سانپ بن گیا
۶۷۔ عنبر اور ڈسکو مُردے
۶۸۔ کیٹی پھانسی کے تختے پر
۶۹۔ عنبر انگوٹھی میں اُتر گیا
۷۰۔ دیوی روشنک کے اژدہا
۷۱۔ عنبر کا سرکٹ گیا
۷۲۔ چنگیز خان لاہور میں
۷۳۔ دیوتا قتلام پر فریفتہ کردو
۷۴۔ ماریا سانپ بن گئی
۷۵۔ روح اور سانپوں والا بہن بھائی خاص نمبر
۷۶۔ ماریا انارکلی میں
۷۷۔ قبر، مرتبان اور ہڈیاں
۷۸۔ سیاہ کفن پوش بلا
۷۹۔ پراسرار فرعون کا ڈھانچہ
۸۰۔ طلسمی تختی اور سانپوں کا غار
۸۱۔ قفل والا پراسرار چہرہ
۸۲۔ ڈاکو سپاٹا اور عابدہ کا پتلا
۸۳۔ روتی آنکھوں والا چراغ
۸۴۔ کھوپڑی پر جلتی موم بتی
۸۵۔ زرد آنکھوں والی پراسرار عورت
۸۶۔ ریشی بال کی روح اور بن مانس
۸۷۔ اژدہا اور عیار بچاری
۸۸۔ انسانی سر والا چمگادڑ
۸۹۔ شرطوم سپیرا اور مہاناگ
۹۰۔ خوفناک سمندری آنکھ
۹۱۔ ناگن مجھے کاٹو
۹۲۔ نقلی ماریا
۹۳۔ جاسوس سانپ
۹۴۔ سامری کے اژدہا
۹۵۔ سمندری جوگن
۹۶۔ عنبر ناگ ماریا کراچی میں
۹۷۔ عنبر ناگ کو قتل کردو
۹۸۔ ناگن زفاسہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

۹۹ سیڑھیوں کا راز

جاننے کے لیے

عنبر ناگ ماریا میں

قیمت ۱۱/- روپے

صفحات ۳۰۰

نیا ۔ ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور